قرآن کریم اور سنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۲
صفر المظفر: ۱۴۴۴ھ - ستمبر: ۲۰۲۲ء
قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر / مُدیرِ مسئول
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سید احمد یوسف بنوری

مُدیرِ معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk
ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

تحفظِ ختم نبوت کانفرنس، کراچی	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۱۰	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
تحریکِ پاکستان سے تحریکِ ختم نبوت تک	۱۴	مولانا سید احمد یوسف بنوری
اسمارٹ فون... اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ	۱۸	جناب فیروز عبداللہ میمن
آسمانی آفات ومصائب اُترنے کے اَسباب اور اُن کا حل	۲۲	مفتی محمد راشد ڈَسکوی
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے نفسیاتی پہلو	۳۰	ڈاکٹر مولانا فہد انوار
صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ عظام کی قرابت داری اور احترام	۴۳	مولانا سفیان علی فاروقی
علامہ ابن امیر حاجؒ اور ان کی علمی خدمات	۴۹	مولانا عصمت اللہ نظامانی
عربی زبان سیکھنے کے اہم اصول وضوابط (قسط:۲)	۵۵	مولانا ارشاد احمد سالارزئی

دار الافتاء

بارش اور سیلاب سے متاثرہ قبروں کی مرمت کا طریقہ	۶۲	ادارہ

نقد و نظر

حقیقتِ ایمان (حصہ سوم)	۶۴	ادارہ

تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام ۴؍صفرالمظفر ۱۴۴۴ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعرات مزارِ قائد کے ملحقہ باغِ جناح میں عظیم الشان، فقیدالمثال تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس کا انعقاد ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء (جس دن قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا) کی مناسبت سے تھا، جس میں ہزاروں کی تعداد میں قافلے جوق در جوق شریک ہوئے، جس کی بنا پر باغِ جناح کی وسعتیں اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کررہی تھیں۔ شرکائے کانفرنس جتنا اجتماع گاہ میں تھے، اس سے کہیں زیادہ باہر روڈوں پر موجود تھے۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ اطراف کی تمام گلیاں اور سڑکیں بھری ہوئی تھیں۔ کانفرنس عصر کی نماز کے بعد شروع ہوکر رات کے دو بجے اختتام پذیر ہوئی۔ کانفرنس میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام سمیت سیاسی راہنماؤں اور وکلاء نے خطاب کیا۔

کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے مرکزی امیر حضرت حافظ محمد ناصرالدین خاکوانی، نائب مرکزی امیر ورئیسِ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری الحسینی مدظلہ، حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس حضرت مولانا سید احمد

یوسف بنوری الحسینی، کراچی شہر کی معروف ومشہور روحانی شخصیت حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی، مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے مرکزی راہنما حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا مفتی محمد حسن، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد، جمعیت علماء اسلام صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر سینیٹر حضرت مولانا عطاء الرحمٰن، جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم عمومی حضرت مولانا راشد محمود سومرو، مولانا عبدالکریم عابد، مولانا محمد غیاث، مولانا قاری محمد عثمان، پیپلز پارٹی کراچی کے صدر وسابق صوبائی وزیر جناب سعید غنی، ایم کیو ایم کے دیرینہ راہنما وسابق میئر کراچی جناب ڈاکٹر فاروق ستار، پاک سرزمین پارٹی کے چیئرمین وسابق ناظم کراچی جناب مصطفیٰ کمال، جماعت اسلامی کے مرکزی نائب امیر جناب معراج الہدیٰ صدیقی، وکلاء برادری کے نمائندہ وعالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے قانونی مشیر جناب منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ، جماعت علمائے اہل حدیث کے امیر جناب مولانا ڈاکٹر ضیاء اللہ شاہ بخاری اور جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) کے صوبائی صدر مولانا قاضی احمد نورانی وغیرہ نے خطاب کیا۔ راقم الحروف نے اس موقع پر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا تعارف، اس کے کارہائے نمایاں اور اس کانفرنس کی غرض وغایت پر مشتمل خطبۂ استقبالیہ پڑھا، جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

''آج کی اس عظیم الشان فقید المثال تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس کو رونق بخشنے والے تمام علمائے کرام و مشائخ عظام، قائدین، سیاسی رہنماؤں اور کانفرنس میں شرکت کرنے والے تمام عاشقانِ رسول اس لحاظ سے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے اپنی تمام تر مصروفیات کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس کانفرنس میں شرکت کر کے اس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ آج یہاں جمع ہونے والے فدایانِ ختمِ نبوت میں ہر نسل، ہر قوم، ہر مسلک، ہر جماعت، ہر زبان بولنے والے لوگ شامل ہیں اور اپنی مسلکی، قومی، لسانی اور سیاسی شناخت اور پہچان مٹا کر صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے یہاں جمع ہیں، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا رشتہ وہ مضبوط رشتہ ہے جس کے سامنے ہر تفریق، ہر فرق اور ہر امتیاز مٹ جاتا ہے، اس لیے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کسی ایک فرد، ایک جماعت، ایک تنظیم کا کام نہیں، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عقیدہ کی حفاظت کرے۔

چوں کہ اس عقیدے کا تحفظ دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ عقیدۂ ختمِ نبوت محفوظ ہے تو ہم سب کا دین محفوظ ہے۔ عقیدۂ ختمِ نبوت محفوظ ہے تو قرآن محفوظ ہے، عقیدۂ ختمِ نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں۔ اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا۔ اس عقیدے پر پورے دین کی عمارت قائم ہے، اسی میں اُمت کی وحدت کا راز مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی نے اس عقیدے میں نقب لگانے کی کوشش کی یا اس مسئلے سے اختلاف کرنے کی کوشش کی، اسے اُمتِ مسلمہ نے سرطان کی طرح اپنے جسم سے علیحدہ کر دیا، اس لیے ختمِ نبوت کا تحفظ یا بہ الفاظِ دیگر منکرینِ ختمِ نبوت

کا استیصال دین ہی کا ایک حصہ ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے اور ہر دور میں اپنا یہ فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا اور اس فریضے کی ادائیگی میں کبھی کسی کوتاہی اور غفلت کا ارتکاب نہیں کیا۔ ہندوستان میں جب قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا تو امتِ مسلمہ اور علمائے اُمت اس فتنہ کا سر کچلنے کے لیے میدانِ عمل میں اُترے۔ اس فتنے کے مقابلے میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کرام اور مشائخ عظام صف آرا ہوئے، خصوصاً حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس فتنہ کے مقابلہ میں ہمیں سب سے آگے نظر آتے۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ظفر علی خانؒ اور علامہ اقبالؒ کو تیار و آمادہ کیا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے خطیب الامت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیرِ شریعت مقرر کرکے باقاعدہ مجلسِ احرار کو اس کام کی طرف متوجہ کیا اور تحفظِ ختمِ نبوت اور ردِّ قادیانیت کا محاذ ان کے سپرد کیا۔ انہوں نے باقاعدہ اس کے لیے مستقل شعبۂ تبلیغ قائم کیا اور اس کے تحت فتنۂ قادیانیت کے مقابلے کے لیے اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کردیں۔ ان کے سرفروشوں نے قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور پورے ملک میں اپنے جوشِ خطابت سے مرزائیت کے لیے نفرت کا ماحول پیدا کردیا اور ان سرفروشوں نے اپنے شعلۂ خطابت سے قادیانی نبوت کے خرمن کو پھونک ڈالا۔

پاکستان بن جانے کے بعد مرزا محمود اپنی ذریت کے ساتھ پاکستان آیا اور یہاں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے قادیانیت کو فروغ دینے کی کوششیں شروع کردی۔ فوج میں ان کا گہرا اثر و رسوخ تھا، کلیدی مناصب پر انہوں نے قبضہ جمالیا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی قرار پایا، اس طرح قادیانیت نے پاکستان میں اپنی جڑیں مضبوط کرنا شروع کیں۔ ان حالات میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کے لیے امیر شریعتؒ نے ملکی سیاسیات سے دست کش ہونے کا اعلان کردیا اور جنوری ۱۹۴۹ء سے صرف اور صرف عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے کا اعلان فرمایا۔ غور و فکر کے بعد ۱۹۴۹ء کے فیصلے کو آگے بڑھانے کے لیے ''مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت'' کے نام سے ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی، جس کے پہلے امیر حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بنائے گئے۔

مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے دستور میں وضاحت کردی گئی کہ یہ جماعت غیر سیاسی اور خالص تبلیغی جماعت ہوگی اور اس کے ذمہ داران سیاسی معرکوں میں حصہ نہیں لیں گے، تاکہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی جماعت یا طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، وہ اس کام کا حصہ اور اس کے معاون بنیں اور اربابِ اقتدار، حکومتوں اور کسی سیاسی جماعت سے جماعت کا تصادم نہ ہو اور جماعت اپنی پوری توجہ اپنے تبلیغی کام پر مرکوز رکھے۔ اسی لیے جماعت نے اپنا مخصوص تبلیغی نظام قائم کیا اور مبلغین کا ایک مربوط و منظم سلسلہ شروع کیا جو ہر شہر، ہر

قریہ، ہر بستی میں ختمِ نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے لیے لوگوں کی ذہن سازی میں مصروف رہا۔ آج بھی یہ سلسلہ قائم ہے اور پچاس کے قریب مبلغین جماعت کے تحت کام کررہے ہیں، جہاں ضرورت پڑے ایک اطلاع دینے پر یہ مبلغین وہاں پہنچ جاتے ہیں۔

جماعت نے علماء، طلباء اور دیگر تعلیم یافتہ افراد کو اس موضوع پر تیار کرنے کے لیے ہر شہر میں مختلف تربیتی کورس کرائے۔ چناب نگر میں ہر سال باقاعدہ مستقل تربیتی کورس منعقد ہوتا ہے، جبکہ تخصص تحفظِ ختمِ نبوت کا شعبہ اس کے علاوہ مستقل قائم ہے، جس میں اس موضوع پر افراد کو تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جماعت نے جہاں مختصر اور طویل دورانیے کے تربیتی کورسوں کا اہتمام کیا، سیمینار، علمی مذاکرے، تقریری اور معلوماتی انعامی مقابلے کروائے، وہاں جلسوں اور کانفرنسوں کا بھی اہتمام کیا۔ چنانچہ سال بھر جماعت کے ماتحت بلاشبہ پورے ملک میں علاقائی و ضلعی سطحوں پر سینکڑوں چھوٹے بڑے پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔ اسی مبارک سلسلہ کی ایک کڑی یکم ستمبر ۲۰۲۲ء کی یہ عظیم الشان کانفرنس ہے۔ اہلِ کراچی نے اپنے روایتی جوش وخروش کے ساتھ والہانہ انداز میں اس کانفرنس میں شرکت کرکے اور اسے بھرپور انداز میں کامیاب بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت وعقیدت کا ثبوت دیا اور اِن شاء اللہ! کل روزِ محشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار بنیں گے۔ اہلِ کراچی نے صرف اس کانفرنس کی کامیابی ہی میں کردار ادا نہیں کیا، بلکہ اہلیانِ کراچی نے ہمیشہ ہر کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، خواہ وہ دینی مدارس کے ساتھ تعاون ہو یا دینی تنظیموں اور دینی تحریکات کا معاملہ ہو، اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد اور ان کی خبر گیری ہو، خصوصاً جب کوئی اجتماعی آفت اور مصیبت کا وہ شکار ہوئے ہوں تو اہلِ کراچی نے اپنے دل کے دروازے بھی وا کیے اور اپنے خزانوں اور تجوریوں کے منہ بھی کھول دیئے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے اہلِ کراچی کا جوشِ ایمانی اور جذبۂ دینی قابلِ دید ہے کہ اس کام کے لیے ہمیشہ وہ پیش پیش رہے۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے ملتان کے بعد پہلا مرکز کراچی میں قائم کیا گیا اور اس کے نظم کے لیے حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کو کراچی بھیجا گیا، جس کا دفتر پہلے ریڈیو پاکستان کے قریب تھا اور اس کے بعد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن قدس سرہٗ کی کوششوں سے یہ موجودہ خوبصورت دفتر ایم اے جناح روڈ نزد مزارِ قائد تعمیر کیا گیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی اسلامیانِ کراچی کا بھرپور کردار فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تحریک تو محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری الحسینی نور اللہ مرقدہٗ کی قیادت میں چلی تھی اور حضرت بنوریؒ کا تعلق کراچی سے تھا، اسی طرح علامہ شاہ احمد نورانیؒ اور پروفیسر غفور احمدؒ کا تعلق بھی کراچی سے تھا، جنہوں نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں قومی اسمبلی میں کلیدی کردار ادا کیا، گویا کہ پورے ملک میں تحریک کی قیادت کراچی نے کی۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امامِ اہلِ سنت حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نائب امیر کی حیثیت سے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے محنتیں، مساعیِ جمیلہ اور کوششیں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل اور جانشین حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا اور اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ سے اس کی حفاظت کی۔ فتاویٰ ختم نبوت کو جمع کیا جو تین جلدوں میں شائع ہوئے، اس موضوع پر متعدد رسائل آپ کے قلم سے نکلے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تربیت یافتہ دو عظیم ہستیاں مفتی محمد جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ختم نبوت کے لیے عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش خدمات ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نور اللہ مرقدہٗ کے دورِ امارت (فروری ۲۰۱۵ء تا جون ۲۰۲۱ء) میں مجلس تحفظِ ختم نبوت نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ مذکورہ بالا تمام حضرات کا تعلق کراچی سے تھا اور موجودہ نائب امیر حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری الحسینی مدظلہٗ بھی کراچی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح اسلامیانِ کراچی نے ہر دور میں تحفظِ ختم نبوت کا فریضہ احسن انداز میں انجام دیا۔

اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم علماء کرام ومشائخ عظام اور دیگر رہنمایانِ قوم کی خدمت میں دست بستہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک کے بعد شاید ہم مطمئن ہوکر بیٹھ گئے ہیں کہ مسئلہ حل ہوگیا اور اب اس کے لیے مزید محنت کی ضرورت نہیں، لیکن حالات اس کے برعکس ہیں، آج کا نوجوان اور آئندہ پروان چڑھنے والی نسلیں اس فتنے سے آگاہ ہی نہیں ہیں، جبکہ قادیانیوں نے اپنا طریقۂ کار بھی تبدیل کرلیا ہے، وہ اپنے حقوق کا رونا روکر گمراہی پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے عالمی اداروں کا سہارا لیا ہوا ہے، لہٰذا موجودہ دور کی صورت حال کو سامنے رکھ کر نئے سرے سے اپنی ترجیحات قائم کرنے اور مسلسل اُمتِ مسلمہ کو اس فتنہ سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں مرکزی کردار علماء کرام، مشائخ عظام اور مسلم راہنمایان ہی ادا کرسکتے ہیں۔ اس اجتماع کی وساطت سے ہم قادیانیوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ ایک نئی نبوت کے ماننے کے بعد تم نے اپنا راستہ خود مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا ہے، اگر تم اس نئی نبوت کے ماننے پر بضد ہو تو اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ قوم اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرلو، مسلمانوں میں گھسنے کی ناکام کوشش مت کرو۔ اور اگر اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرنا چاہتے ہو تو راستہ کھلا ہے۔ مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرکے خاتم الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوجاؤ، بلکہ ہم انتہائی دلسوزی اور اخلاص کے ساتھ تمام قادیانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ تم ایک طویل عرصہ سے دجل وتلبیس کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہو، غلط تاویلات کرکے تم خود تذبذب کا شکار ہو، آؤ! سچے دل سے اسلام کے دامنِ عافیت اور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی چادرِ رحمت کے سایہ میں آکر سکون حاصل کرو، مسلمان تمہیں سینے سے لگانے کے لیے تیار

ہیں۔ ہم عوام سے کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے آج تک عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کیا ہے اور قادیانیوں سے متعلق آئینی دفعات پر پہرا دیا ہے، بس ہمیشہ بیدار رہیں اور اسی طرح چوکنا ہو کر ختمِ نبوت کی پاسبانی اور چوکیداری کا فریضہ انجام دیتے رہیں، تاکہ کوئی قزاقِ ختمِ نبوت کے عقیدہ میں نقب زنی کرنے میں کامیاب نہ ہو۔ ایک بار پھر ہم سب کی جماعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی جانب سے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، خاص طور پر ان تمام رفقاء و کارکنانِ ختمِ نبوت کا جنہوں نے اس کانفرنس کی کامیابی کے لیے دن رات محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!‘‘

اس کانفرنس میں درج ذیل چند قراردادیں بھی پاس کی گئیں، جنہیں مفتی محمد سلمان یٰسین صاحب استاذ و مفتی جامعہ معہد الخلیل الاسلامی نے پیش کیا:

’’❶ - آج کا یہ عظیم الشان فقید المثال اجتماع قرار دیتا ہے کہ ہم سب کو اپنے ملک سے محبت کے عہد کی تجدید کرنا ہوگی، اس لیے کہ ملک ہے تو ہم سب ہیں، اگر خدانخواستہ ملک غیر مستحکم ہوا یا اسے کچھ ہو گیا تو محفوظ کوئی بھی نہیں رہے گا۔

❷ - آج کا یہ اجتماع سمجھتا ہے کہ یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور اسلام کے نام ہی سے اس کی بقا ہے، لہٰذا قیامِ پاکستان کی منزل نفاذِ اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے اور اسلام کا نظام نافذ کرنا چاہیے، تبھی یہ ملک امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

❸ - خصوصاً عقیدۂ ختمِ نبوت، جس کے تحفظ کرنے کا پاکستان کو سرکاری سطح پر اعزاز حاصل ہے، اس عقیدے کی سلامتی اور اس کے خلاف محرکات مثلاً قادیانی فتنے کے خلاف جد و جہد جاری رہنی چاہیے۔

❹ - پاکستان اسلامی ملک ہے اور اسلامی ملک کے سرکاری و ریاستی عہدوں اور کلیدی مناصب پر مسلمان ہی فائز ہو سکتے ہیں، لہٰذا قادیانیوں کا داخلہ تمام کلیدی عہدوں پر بند کیا جائے اور جس عہدے پر جو قادیانی فائز ہے، اسے اس سے برطرف کیا جائے۔

❺ - پچھلے دورِ حکومت میں ایک سکہ بند قادیانی بلال حی - جس کا تعلق سیالکوٹ سے ہے - کو آذربائیجان میں پاکستان کا سفیر بنا کر تعینات کیا گیا جو ابھی تک اس عہدے پر براجمان ہے، یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ آذربائیجان میں مقیم قادیانی سفیر کو فوراً واپس بلا کر اس کی جگہ کسی مسلمان اور محبِ وطن پاکستانی کا تقرر کیا جائے۔

❻ - تمام سیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ اپنی ترجیحات اور پالیسیاں اسلام اور پاکستان کو مقدم رکھ کر طے کریں اور قادیانی نواز افراد سے اپنی صف بندی جدا کریں۔ یاد رکھیں کہ ہمارے ملک پاکستان کے مصور و خالق شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ ’’قادیانی ملک اور ملت کے غدار ہیں۔‘‘

❼ - اس وقت ملک بھر میں جو سیلابی صورت حال ہے اور آزمائش کی اس گھڑی میں ہمارے ہم

وطن مبتلا ہیں، ہمارا فرض بنتا ہے کہ تمام تر مذہبی ومسلکی، قومی ولسانی اور سیاسی وگروہی مفادات سے بالاتر ہوکر ان کی امداد کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کا اہتمام کریں۔

❽ - آج کا مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ وطن عزیز سے جس طرح قانونی وعدالتی طور پر سود کو حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے، اسی طرح حکومت پاکستان اسے سرکاری، انتظامی اور بینکاری سطح پر بھی ممنوع قرار دے۔

❾ - آج کے اس اجتماع کے توسط سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام مسلمان قادیانی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں، کیونکہ قادیانی اپنے مال کا ایک معتدبہ حصہ مسلمانوں کو مرتد بنانے پر صرف کرتے ہیں، لہٰذا عاشقانِ مصطفیٰ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ محبتِ نبوی (ﷺ) کا ثبوت دیتے ہوئے منکرینِ ختمِ نبوت کا مکمل معاشی مقاطعہ کریں۔

❿ - جہاد اسلام کا اہم حکم ہے اور ہماری اسلامی فوج کا شرعی ومنصبی فریضہ ہے، جبکہ قادیانی گروہ جہاد کا منکر ہے، لہٰذا انہیں ہماری اسلامی فوج کے عہدوں پر نہ رکھا جائے۔

⓫ - قادیانی آئین پاکستان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، حکومت انہیں آئین کا پابند بنائے۔

⓬ - قادیانی شعائرِ اسلام کا استعمال نہیں کر سکتے، ہم حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر عمل درآمد کرنے کا پابند بنایا جائے۔

⓭ - آج کا یہ اجتماع پوری دنیا کے سامنے قادیانیت کے خلاف ایک ریفرنڈم ہے اور اہلِ کراچی نے اپنا فیصلہ سنادیا ہے کہ عالمی اداروں کی تحفظِ عقیدۂ ختمِ نبوت اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے قانون کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔

⓮ - آخر میں ہم قادیانیوں کو بھی یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ آج بھی اگر مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی جھوٹی نبوت کا طوق اُتار کر دامنِ محمدی سے وابستہ ہوجائیں تو ہم انہیں اپنے بھائیوں کی طرح سینے سے لگالنے کو تیار ہیں۔ ہم قادیانیوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی بدبخت پر تین حرف بھیج کر خاتم النبیین آنحضرت ﷺ کی رحمت کے سائے میں آجائیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کانفرنس کو مسلمانوں کے ایمان کی تقویت کا ذریعہ اور قادیانیوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور آخرت میں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کا مستحق بنائے، آمین بجاه سيّدالأنبياء والمرسلين.

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ سيدنا محمد و علىٰ آلهٖ و صحبهٖ أجمعين

.....❁.....❁.....❁.....

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مکتوب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از جلال کوچہ نمبر ۴۶۵ حیدرآباد، دکن

یومِ دوشنبہ ۲۵ جمادی الآخرہ سنہ ۸۱ھ

عزیزِ محترم سلمہ اللہ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہِ صیام مبارک میں مکتوبِ گرامی، جو کہ حسابات مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کی کتبِ فروخت شدہ پر مشتمل تھا، وصول ہوا، مگر میری کم فرصتی کی وجہ سے جواب کا موقع نہ ملا۔ آپ نے اتنا بڑا سفرِ مبارک ختم کر کے پھر واپس آنے کے بعد بھی خط لکھا، مگر میں یہاں بیٹھا ہوا بھی آپ کا جواب نہ دے سکا، اور یہ سب اس لیے کہ ''یک انار صد بیمار'' کی مثل صادق آرہی ہے، اس پر اللہ جل شانہ کی حمد ہے کہ آپ کو حج وعمروں کے ثواب سے مالا مال کر دیا:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

ایک مُذنبِ پُرتقصیر یہاں بھی بیٹھا ہے کہ صرف آرزوئیں کر کر رہ گیا ہے، مگر گھر عارضی سے باہر نکل نہ سکا، نہ صرف آرزوئیں، بلکہ دعائیں کر کے بھی عمر گزر گئی، مگر قبولیت کہاں؟! مُذنبین کی دعاؤں میں کیا

(۱) یہ سعادت اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر اپنی قوت وطاقت کے زور پر حاصل نہیں ہوسکتی۔

اثر؟! اس کا تذکرہ اس لیے کیا گیا، تاکہ آپ کو مزید شکرِ باری کا موقع ملے:

قومے بہ جدوجہد گرفتہ وصلِ یار قومے دگر حوالہ بہ تقدیر می کنند (۱)

آپ نے (مجلسِ احیاء المعارف النعمانیہ کی) رکنیت (سے) استعفا لکھ کر بھیجا ہے، آپ تو علمی رکن ہیں، اس سے استعفا کے کیا معنی؟! کیا علم کو استعفا ہے؟! وہ تو موت تک ساتھ رہتا ہے۔ حسابات عارضی طور پر آپ کے ذمہ آئے کہ مصر سے ''مختصر'' (مختصر الطحاوي) کے نسخے سہو سے آپ کے نام آگئے، ورنہ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ چند دن پہلے مجلسِ انتظامی منعقد ہوئی تھی، میں نے اس میں آپ کا استعفا پیش نہیں کیا، نہ کرنے کا خیال ہے، کتابیں اپنے پاس رکھیں، حساب اس کا مولانا عبد الرشید نعمانی اپنے پاس رکھیں، لیکن فروخت کا انتظام آپ اپنے پاس رکھیں، آپ کی ترغیب سے یہ کتابیں فروخت ہوسکتی ہیں، دوسرا یہ کام نہیں کرسکتا۔ عرب کہتے ہیں: ''یا فصیح، إذا بُلیتَ فلا تصیح'' (اے ذکی انسان! جب تم کسی آزمائش میں مبتلا ہوجاؤ تو چیخ و پکار نہ کرنا) یہ (کتب) فروخت ہوجائیں تو اور کتابیں تو آپ کے پاس آنے کی نہیں، کتاب فروخت ہوجائے تو مولانا نعمانی کو بلا کر کہہ دیا کریں، وہ حساب تاریخ وار لکھ لیا کریں۔ تعجب تو یہ ہے کہ آپ ناراض مجھ سے ہوں اور استعفا مجلس کو دیں، مجلس آپ کی قیمتی خدمات کبھی نہیں بھول سکتی، ''مختصر'' کی طباعت آپ ہی کی رہینِ منت ہے، نہ آپ ہوتے نہ وہ طبع ہوتی، اگر میرے خطوط سے آپ کو تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اس پر آپ صبر کریں کہ میرا ذاتی معاملہ نہیں، اور مجھ پر بھی دیانت' باعث ہوتی ہے، آپ اللہ جل شانہ سے معاملہ رکھیں: ''وما عند الله خیرٌ للأبرار'' میرے آپ کے ذاتی معاملات میں کوئی خلل واختلاف نہیں: ''تعاشروا کالإخوان، وتعاملوا کالأجانب'' (بھائیوں کی طرح رہو، لیکن معاملات اجنبیوں کی طرح کرو)۔

حلب کو ''إعلاء السنن'' کے حصے روانہ کرنے ہیں، پتہ میں مولانا نعمانی کے خط میں لکھا ہے، اب دوبارہ لکھتا ہوں، اسے محفوظ رکھیے، شاید کسی وقت کام آئے: ''شیخ عبد الفتاح أبو غدة، بنایة کعکة، سیف الدولة، حلب، سوریة (الدولة الشامیة)۔ ڈاک پر اس کی جتنے مصارف ہوں، وہ مولانا نعمانی مجھے لکھیں، میں اسے یادداشت میں لکھ کر رکھ لوں گا، اصل قیمت تو آپ نے تحریر کردی ہے۔ یہ خط جو آپ کو لکھ رہا ہوں، اس کی ابتدا (کو) تقریباً پندرہ بیس دن ہوتے ہیں، آج تکمیل ہورہی ہے، درمیان (میں) دوسرے کام آگئے تو چھوڑ دیا، اب اخیر رات میں لکھنے بیٹھا ہوں، دوسرا وقت نہیں ملتا۔ پھر جب کچھ لکھا اور درمیان میں فترت (وقفہ) ہوئی تو مضمون خبط ہوجاتا ہے، پھر مراجعت کرنے پر بہت وقت صرف ہوتا ہے۔

(۱) کچھ لوگ جدوجہد کرکے محبوب تک جا پہنچے، جبکہ دیگر لوگ یہ معاملہ تقدیر کے حوالہ کیے بیٹھے ہیں۔

بہت اشتیاق ہے کہ ایک مرتبہ ادھر آؤں اور سب کی زیارت کروں، کوئٹہ، پشاور، چمن، ملتان، لاہور، سب ہوکر آؤں، مگر ''کتاب الآثار'' (کی تحقیق وتعلیق) کے ختم تک تو امکان نہیں، بعد (میں) خدا جانے کہ موقع ملتا ہے یا نہیں۔

آپ کے والد ماجد (مولانا محمد زکریا بنوری رحمۃ اللہ علیہ) اور ماموں صاحب (مولانا فضل صمدانی رحمۃ اللہ علیہ) کی ملاقات کا بڑا مشتاق ہوں، اللہ جل شانہ میسر فرمائے۔ آپ کے محل مبارک میں بیماریوں سے دل کو بڑی تکلیف ہوتی ہے، کراچی کی آب وہوا کی برکات ہیں اور آپ کے لیے ابتلا، شریفہ عزیزہ بی بی فاطمہ کی بصارت کے متعلق بھی بڑی فکر رہتی ہے۔ افسوس کہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے دعاؤں میں اثر نہ رہا۔ اب تو آپ کو کسی وقت کارڈ لکھنے میں بار (بوجھ) نہ ہوگا، جب حسابات لکھنے کا بار نہ رہا۔

یہ خبر بڑے افسوس سے لکھتا ہوں کہ شیخ رضوان محمد رضوان (وكيل إحياء المعارف النعمانية في القاهرة) کا ۱۵ ربیع الثانی کو انتقال ہوا، تقریباً دوسال سے بیمار تھے، انہوں نے مجلس کی بڑی خدمت کی کہ کوئی نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین! میری عافیت مطلوب ہو تو میں چلتا پھرتا کام بقدرِ قوت، ضعیفی میں کرلیتا ہوں، ایک ضعیفی، دوسری مُزمِن (پرانی) بیماریاں، دوائیں دائم جاری، ہضم خراب، اعصاب نہایت کمزور، جگر ماؤف دائمی، پھر بھی اللہ جل شانہ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہے، جس کے شکر سے یہ عاصی پُرتقصیر عاجز ہے۔ اُمید (ہے) کہ آپ کا مزاج بعافیت ہوگا، محترم حاجی جمال الدین صاحب کی کیفیت سے زمانہ ہوا بے خبر ہوں، کسی وقت ملاقات ہو اور یاد رہے تو اس فقیر عاجز کا سلام پہنچادیا جائے، اور آپ کے بچوں کو بھی دعا وسلام۔ ودُمتُم بالخير. ابوالوفا

از جلال کوچہ نمبر ۴۶۵، حیدرآباد دکن، الہند

سہ شنبہ ۲رشعبان سنہ ۸۱ھ

عزیزِ محترم حفظه الله ووفّقه لكلّ خير

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے ''اصولِ سرخسی'' کے متعلق دریافت کیا تھا، وجہ مولانا عبدالرشید (نعمانی) صاحب کو بھی لکھ دی تھی اور آپ کو بھی اس کا علم ہوچکا، مجھے بھی کم فرصتی کی وجہ سے جواب میں بہت دیری ہوجاتی ہے۔ مفتی مخدوم بیگ مرحوم کی وفات کی وجہ سے اب میں غریق متشبث .... ہوں، ''کجا دانند حالِ ما سبک رانِ ساحلہا'' (ساحل پر ٹہلتے لوگوں کو میرے حال کی کیا خبر؟!) آج (کل)

''کتاب الآثار'' کی تعلیق میں ہی دن گزر جاتا ہے، خبر نہیں ہوتی۔ آپ اور آپ کے امثال کی دعا کا محتاج ہوں۔ کیا ''إعلاء السنن'' کے اجزاء (حلب سوریہ کی جانب) ارسال کر دیئے گئے؟ بچی کی بصارت کے متعلق لکھیے کہ اب کیا کیفیت ہے؟

نیز آپ کے ماموں صاحب (مولانا فضل صمدانی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزاج کی کیفیت سے زمانہ ہوا کہ بے خبر ہوں، ان کے متعلق لکھیے، نیز آپ کے والد ماجد صاحب کے متعلق بھی کہ ان کا مزاج کیسا ہے؟ ان دونوں کے دیدار کا بڑا شوق ہے، لیکن اللہ جل شانہ کو منظور نہ تھا، اب تک میسر نہیں ہوا۔ امید (ہے) کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔ دو سطر لکھ کر مطلع فرمانے میں زیادہ وقت صرف نہ ہوگا ان شاء اللہ، جمعہ کے دن لکھ سکتے ہیں، میں بھی یہ کارڈ فجر کی نماز سے پہلے لکھ رہا ہوں۔ والسلام ودُمتُم بالخیر

ابوالوفا

پس نوشت: یہ مکتوب، کارڈ پر لکھا گیا ہے، پشت پر پتہ یوں درج ہے: بخدمتِ گرامی مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری دام مجدُہ، مدرسہ عربیہ، جامع مسجد نیوٹاؤن، کراچی نمبر: ۵ (پاکستان غربی)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

تحریکِ پاکستان سے تحریکِ ختم نبوت تک

پاکستانیت کی بنیاد جغرافیہ سے آئین تک

خطاب: مولانا سید احمد یوسف بنوری
نائب رئیسِ جامعہ

''۴؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق یکم ستمبر 2022ء بروز جمعرات باغِ جناح (مزارِ قائد) کراچی میں عظیم الشان تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نائب رئیسِ جامعہ مولانا ڈاکٹر سید احمد یوسف بنوری مدظلہٗ نے بھی خطاب فرمایا، اس خطاب کو تحریر کی شکل میں ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔'' (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد! أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وَالضُّحٰى، وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى، وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُوْلٰى، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم: لیتَ أنَّا نری إخوانَنا، قالوا: یا رسولَ اللہ! ألسنا إخوانَك؟ قال: أنتم أصحابي، وإخواني قومٌ آمنوا بي ولم یرَوني.''

دنیا کو ہے پھر معرکۂ رُوح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درِندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیِ مؤمن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دَو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا

اکابرینِ ملت، زعمائے امت اور اس شہرِ ناپرساں میں محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں رت جگا کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے شیدائیو! واقعہ یہ ہے، میرا یہ شہر، یہ میرا مولد و مسکن کئی عنوانات کے

تحت اجتماعات ہوتے دیکھ چکا ہے۔ اس شہر میں جب بھی کسی نے لوگوں کو کسی عنوان سے پکارا تو یہاں کے لوگ آموجود ہوئے، مگر ان میں سے کسی اجتماع کا عنوان تھا قومی عصبیت کا، کہیں عنوان تھا قومی حقوق کا، کبھی عنوان تھا شہر کے سیاسی حقوق کا اور کبھی عنوان تھا اس شہر کے معاشی حقوق کا، مگر آج رات اس شہر کے باسی، اس پریشاں حال شہر کے باسی، اس پرآشوب شہر کے باسی، خیمۂ صبر ورضا میں رہنے والے اس شہر کے باسی، اپنے حقوق کے لیے نہیں بلکہ اس رات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

ہم سب کو اس موقع پر یہ احساس بھی ہے کہ آسمان کے تیور بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں، زمین پر بھی دریا مچلے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ خیال بھی پریشان کن ہے کہ ملک میں اس وقت ہمارے بھائی بند مختلف پریشانیوں کا شکار ہیں، لیکن یہ اجتماع اُمید کی نوید سنا رہا ہے کہ آج کے جلسہ کا - جو نبی اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے عنوان سے منعقد ہوا ہے - ان شاء اللہ تعالیٰ! یہ مجمع ایک دعا کا روپ اختیار کرلے گا، یہ جمِ غفیر سراپا عجز بن کر آسمان وزمین کے مالک سے مطالبہ کرے گا: ”ربِ کریم! ہم تیری آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے کو اپنے بس کے مطابق تیار ہیں، ہم نے اپنے بے خانماں ہونے کا احساس نہیں کیا، سو ہم سے اپنی ناراضگی اس وسیلہ سے دور فرمادے کہ مختلف مصائب جس کے لوگ شکار ہیں، طرح طرح کی پریشانیاں جو اس کے شہریوں کو درپیش ہیں، کچھ دیر کے لیے رات کے اس پہلو میں یہ لوگ ان سب چیزوں کو نظر انداز کرچکے ہیں اور صرف یہ اپنی گواہی ثبت کرنے کے لیے یہاں حاضر ہیں کہ جب حقوق سے حقوق ٹکرائیں گے، جب ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ سے ترجیح دینے کا سوال اُٹھے گا اور بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی آئے گی تو یہ دیوانے اسی طرح رات کی تنہائیوں میں نکل کھڑے ہوکر تاج دارِ ختمِ نبوت کے حق کو مقدم کرکے میدان سجالیں گے۔

عزیزانِ گرامی قدر! چنانچہ یہ مجمع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دل نشیں حدیث کا مصداق بن گیا، جس میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے - جس کے لیے آسمان سے وحی اُتری، جس کی تمناؤں کی نوید بن کر تحویلِ قبلہ کا حکم اُترا - فرمایا تھا: ”لیت أنا نریٰ إخواننا!“ کاش! میں اپنے بھائی دیکھ لوں۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) تڑپ اُٹھے، صحابہؓ نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! ألسنا اخوانك؟“ یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ ہم تو آپ کے نام پر مرمٹنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أنتم أصحابي“ تم غیر معمولی درجے کے حامل ہو، تم میرے بھائی نہیں، تم میرے لاڈلے و چہیتے صحابہؓ ہو، مگر میرے بھائی وہ ہوں گے: ”و إخواني قوم آمنوا بي ولم یروني“ جو تاقیامت صرف میری نبوت پر ایمان رکھیں گے، مجھے دیکھا نہیں ہوگا، مگر جب جب میرے نام کا نعرہ بلند ہوگا، جب جب میرے نام کے بارے بلایا جائے گا، یہ سر بکف سر بلند ہوکر دیوانہ وار، رات ودن کی پروا کیے بغیر باہر نکل آئیں گے۔ یہ مجمع اس حدیث کا مصداق ہے۔

عزیزانِ گرامی! اس مجمع کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہاں میرے دائیں طرف بانیِ پاکستان کی آخری آرام گاہ ہے اور کچھ فاصلے پر برصغیر پاک و ہند کی مشہور درس گاہ جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن ہے، جہاں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بَنوری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد ہے، یہ وہ شخصیت ہے جس نے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی الف سے شروع ہونے والی تحریک اپنی جاں گسل محنتوں کے ساتھ اپنے نام کی یاء پر ختم کر کے ایک باب مکمل کیا۔ ایک طرف بانی کی آخری آرام گاہ، دوسری طرف کچھ فاصلے پر محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد اور پھر یہ مجمع۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ اس پاکستان کی بنیاد اسلام کے نام پر رکھی گئی تھی، یہ ایک خطہ تھا، برِصغیر پاک و ہند ایک خطہ شمار کیا جاتا تھا، نسلیں ایک تھیں، رنگ ایک تھے، رشتے داریاں موجود تھیں، اس خطے کے اندر لکیر کھینچی قائد اعظم نے، نعرہ بلند کیا تھا، آواز لگائی تھی کہ خطے کی بنیاد اسلام بنے گا، پنجابی پنجابی ہونے کے باوجود اس لکیر کے پار نہ جا سکا، پٹھان پٹھان ہونے کے باوجود آج بھی اس لکیر کے پار نہیں جا سکتا، بلوچی بلوچی ہونے کے باوجود اس لکیر کے پار نہیں جا سکتا، پھر وقت آیا، محدث العصر نے زمین پر لکھی ہوئی اس لکیر کو اُٹھا کر آئین کا حصہ بنا دیا، جب ریاست کی بنیاد اسلام ہوگی، پھر لکیر دستور میں بھی لگے گی، وہاں ریاست کو بتانا پڑے گا، آئین میں لکھنا پڑے گا کہ ریاست مسلمان کسے سمجھتی ہے؟

چنانچہ محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جو تحریک چلی وہ پاکستان کی تکمیل کی تحریک تھی، جس نے آئین میں درج اس لکیر کو مٹانے کی کوشش کی، آئین کی لکیر تو ان شاء اللہ نہیں مٹے گی اور بہت سی لکیریں مٹ جائیں گی، یہ خطہ اپنی شناخت سے محروم ہو جائے گا۔ یہ واقعہ سبق دے رہا ہے، یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ پاکستان کی تکمیل اس تحریکِ ختمِ نبوت کی مرہونِ منت ہے، اس لیے عزیزان گرامی! پورے اعتماد کے ساتھ دنیا کے پورے فلسفوں کا اپنے تئیں مطالعہ کرنے کے بعد اس سازش کے خد و خال ہمیں سمجھ آ چکے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عقیدے کی بحث کو مسلمان کی نگاہ میں کمزور کر دیا جائے، خیال یہ ہے کہ یورپ جس نے فلسفے کی بنیاد نطشے جیسے فلسفیوں کے افکار پر رکھی اور اخلاقیات کا تیاپانچہ کر دینا چاہا، پھر گلوبلائزیشن کا ہوا کھڑا کر کے چاہا اُمت کے تصور کو کمزور کر دیا جائے، پلورلزم کی بنیاد پر حق کی وحدانیت کو سراب کر دیا جائے، اسٹرکچرلزم (ساختیات) کی بھول بھلیوں میں اُلجھا کر تفسیری ذخیرہ کو دریابرد کر دیا جائے، یہ باور کرایا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا عقیدہ قطعی بنیاد کا حامل نہیں، بلکہ یہ ایک تفسیری اختلاف ہے، چنانچہ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ عقیدہ ختمِ نبوت مسلمانوں کی جملہ علمیت کا محافظ ہے، عزیزانِ گرامی! اس تحریک کا فیصلہ آسمانوں پر طے کیا جا چکا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے:

’’وَالضُّحٰى، وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى،

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى‘‘ (الضحیٰ:۱-۵)

’’قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب وہ قرار پکڑ لے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) دشمنی کی۔ اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے اچھی نعمتیں ملیں گی)۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا، سو آپ خوش ہوجاویں گے۔‘‘

وقت گزرتا جائے گا، محمد ﷺ کے شیدائی، اس نبوت کو ماننے والے بڑھتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ ایک مرحلہ آئے گا: ’’وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى‘‘ یہ زمین ختم ہوگی، یہ آسمان و زمین ختم ہوجائیں گے، جو بادشاہت یہاں صرف کبھی کبھار مادی طاقت اور ریاستی غلبہ کے جلوے میں نظر آتی ہے، مگر اس دن کل کائنات میں ایک ذات کی حکومت ہوگی، تب محمد عربی ﷺ کے ہاتھ میں ’’لواء الحمد‘‘ ہوگا، اوپر آسمان میں ’’لِمَنِ الْمُلْكُ‘‘ کا نعرہ لگے گا، نیچے حضور ﷺ کی خاتمیت پر ایمان لانے والے جمع ہوں گے، لہٰذا اطمینان کے ساتھ اس سلسلے سے وابستہ ہوجایئے۔ اس سلسلے کی دعوت جب بھی اٹھے جس طرح بھی اٹھے اپنی شہادت دینے کے لیے آیئے۔ سیاست کے میدان الگ ہیں، ریاست کے معاملات الگ ہیں، حقوق کے معاملات الگ ہیں، مگر ہمارے اور آپ کے لیے ایک ضمانت ہے کہ اگر ہم اس مشن کے ساتھ وابستہ رہے تو ہمارے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے صدقے جنت نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام لوگوں کے لیے اسے خیر و برکت کا باعث بنائے:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظُلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گُل کی ہم نفَس بادِ صبا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين!

اسمارٹ فون

اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ

خطاب: جناب فیروز عبداللہ میمن

اسمارٹ فون کی وجہ سے عوام وخواص، خواہ مرد ہوں یا خواتین ہوں، مختلف قسم کے اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں اوران کو اپنی اصلاح کی فکر بھی نہیں ہوتی۔

غیبت کا بازار گرم

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی لگائیں، اتنی دیر اللہ سے بات چیت کریں، کیا فون پر طویل گفتگو میں کوئی غیبت نہیں کرتا؟ لمبی گفتگو میں غیبت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں کہیں دو عورتوں نے باتیں شروع کیں، تھوڑی دیر بعد غیبت شروع ہوجائے گی، الا ماشاء اللہ۔

اور یہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہے، فرمایا کہ: ''اجی! اپنے بکھیڑے تھوڑے ہیں جو ہم دوسروں کے بکھیڑوں میں پڑیں؟''

جب پہلے یہ پیکج نہیں تھے تو رشتہ داروں اور دوستوں سے کیسے بات کرتے تھے؟ اب بھی ویسے ہی کرو، پانچ منٹ دس منٹ کرلو۔ کئی گھنٹے موبائل پیکج پر فضول باتیں کرنا کیا یہ گناہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ پوچھیں گے نہیں کہ تم نے وقت کہاں استعمال کیا؟ میں یہ بات ایسے ہی نہیں کہہ رہا، لوگ چار چار پانچ پانچ گھنٹے مفت پیکج پر باتیں کررہے ہیں۔

تجسُّس اور پروپیگنڈا کرکے بدنام کرنا

آج کل ایک دوسرے کے راز کے پیچھے پڑتے ہیں، تجسس کرتے ہیں، غلطیوں کی ٹوہ لگاتے ہیں

اور بعض بے حیا موبائل ہیک کر کے تمام ڈیٹا چوری کر لیتے ہیں، پھر عزت کی دھجیاں اُڑا کر مزے لیتے ہیں، حالانکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کو دیکھ کر فرمایا تھا: ''اے کعبہ! تیری عزت سر آنکھوں پر ہے، لیکن مومن کی آبرو تجھ سے بڑھ کر ہے۔'' بجائے اس کے کہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ رکھے ان کو اور پھیلاتے ہیں، حالانکہ دوسروں کے عیب کو چھپانے کا حکم ہے۔ موبائل کے ذریعے پردہ دری، پروپیگنڈہ، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانا بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ گناہوں کی تصویر بنا کر ستاتے اور ذلیل کرتے ہیں، حالانکہ عیب دیکھنا بھی منع اور عیب ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

کسی کو ذلیل کرنے پر وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم رسالت مآب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ دنیا میں کسی بندے کے عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کے عیب چھپائے گا۔'' تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے، اور اللہ کو اپنے بندوں کی عیب جوئی، ان کو بدنام کرنا سخت ناپسند ہے، اتنا ناپسند ہے کہ اس کو زنا سے زیادہ اشد قرار دے دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت زنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔'' ہمارے حضرت والا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دیا کرتے تھے کہ دیکھو! اپنا بیٹا کتنا ہی نالائق ہو اور باپ اسے ڈانٹتا بھی ہو، مگر باپ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے بیٹے پر محلہ میں کوئی دوسرا تبصرہ کرے، اس سے اس کا دل دکھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حق ہے اپنے بندوں کو ڈانٹ لگانے کا، مگر تم کیوں اس پر تبصرہ کرتے ہو؟ اگر تم واقعی مخلص ہو تو اسے ادب و اکرام سے سمجھاؤ، اس کے لیے دعائیں مانگو، روؤ کہ اے اللہ! وہ بے نمازی ہے اسے نمازی بنا دے، کچھ آنسو گراؤ، پھر دیکھو! تمہارے دل میں کیسا نور بڑھتا ہے!

واٹس اپ گروپ کی وجہ سے جھگڑے

اسمارٹ فون پر خاندانوں اور دوستوں کے واٹس اپ گروپ بنے ہوئے ہیں، جس میں فضول بحث ومباحثوں کے ساتھ غیبت، بہتان تراشی اور تنقید کا بازار گرم رہتا ہے، اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ فضول باتوں میں وقت الگ برباد کرتے ہیں اور تلخیاں الگ ہوتی ہیں۔ ساس بہو میں کچھ جھگڑا ہوا اور بہو ناراض ہو کر میکے چلی گئی تو نیٹ کے گروپ میں غیبت، برائی اور الزامات لگا کر مزید دوریاں پیدا کرتے ہیں۔ خاندان کے جھگڑے، میاں بیوی، ساس بہو کے جھگڑے ٹیپ کر لیتے ہیں، پھر اس میں سے اپنی غلط باتوں کو نکال کر دوسروں کی غلطیوں کو پھیلاتے ہیں، صلح کے بجائے آگ لگا کر طلاق کرا دیتے ہیں، کیونکہ جوڑنے والے کم اور توڑنے والے اور تماشا دیکھ کر خوش ہونے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

بلیک میلنگ کرنا

موبائل کے ذریعے بلیک میل کرنے کا سلسلہ بھی عام ہے، لوگوں کی بددعائیں لیتے ہیں، عزت والے لوگ بدنام ہوجاتے ہیں اور یہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں کہ ہم نے بڑا کارنامہ کرلیا۔ اسی طرح بعض لوگ علماء اور بزرگانِ دین کی ویب سائٹ ہیک کرکے اس پر غلط چیزیں ڈال کر ان کو بدنام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

موبائل کے استعمال کی وجہ سے اخلاق خراب

موبائل کی فضولیات کے ساتھ نہ شوہر کی اطاعت ہوسکتی ہے، نہ ماں باپ، ساس سسر کی خدمت ہوسکتی ہے، نہ اولاد کی تربیت ہوسکتی ہے، خاتون جب فون یا نیٹ کے ذریعہ پیکج پر بات کرے گی، اور اس دوران جب بچہ روئے گا، اسے بھوک لگے گی یا پیشاب پاخانہ کردے گا تو خاتون اُسے برا بھلا کہے گی، مارے گی، کیونکہ فون تو وہ بند نہیں کرے گی، معصوم بچے کی پٹائی کرنے سے کیا اللہ تعالیٰ راضی ہوگا؟

ریا اور حُبِ جاہ کا مرض

جو لوگ اسمارٹ فون رکھتے ہیں، اس سے فیشن پرستی میں بھی مبتلا ہونے کا خدشہ ہے، کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس ایسے جدید فیشن والا موبائل ہے تو میرے پاس بھی ہونا چاہیے۔ احساسِ کمتری، ریا، دکھلاوا، شرکِ خفی میں مبتلا ہو رہے ہیں، مہنگا موبائل خریدنے میں جاہ بھی چھپی ہوئی ہے کہ شہرت ملے اور لوگ تعریف کریں کہ میرے پاس قیمتی موبائل ہے، نئے نئے ڈیزائن کے مہنگے موبائل خرید لیتے ہیں، پھر دوسروں کو دکھانے کے لیے ان کے بات کرنے کا انداز بدل جاتا ہے، بات بات پر جان بوجھ کر موبائل دکھاتے ہیں کہ مرے پاس اتنا مہنگا موبائل ہے۔ کیا یہ ریا نہیں ہے؟ اب جن کے پاس بڑا موبائل نہیں ہوگا تو اگر وہ سمجھدار ہوں گے تو خوش ہوں گے کہ اس بلا سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور اگر عقلمند نہیں ہوں گے تو احساسِ کمتری کا شکار ہوجائیں گے۔

ناشکری اور حرص کا مرض

اسمارٹ فون سے ناشکری اور حرص کا بھی مرض پیدا ہوتا ہے، کیسے؟ خواتین ویب کیمرہ یا واٹس اپ پر اپنے رشتے داروں کے گھر کی مختلف اشیاء مثلاً پردے، کراکری، کھلونے، کپڑے وغیرہ دیکھ کر ناشکری کرتی ہیں کہ: ’’ہمارے پاس یہ سب کیوں نہیں ہے؟‘‘ اسی طرح مختلف ملکوں کے رشتے داروں سے رابطہ

ہوتا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ اپنا گھر دکھاؤ، بیٹھنے کی جگہ دکھاؤ، کراکری، کارپٹ وغیرہ دکھاؤ، جو چیزیں چھپا کر رکھنے کی ہیں، وہ سب لائیو دکھا رہے ہیں، یا ویڈیو بنا کر بھیج رہے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس یہ چیزیں نہیں ہوں گی ان کو حسرت ہوگی، وہ ناشکری کے گناہ میں مبتلا ہوں گے اور دکھانے والا ریا کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ یہ سب دکھانے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ سب پوچھیں کہ یہ چیز کتنے کی لی ہے؟ اور ہمارا رعب جمے کہ اچھا! اتنی مہنگی لی ہے۔ اسی طرح اپنی بچیوں کے جہیز کا سامان، زیورات اور کپڑے دوسروں کو موبائل پر دکھانے سے نظر بھی لگتی ہے، پھر روتے ہیں کہ نظر لگ گئی۔

گنجائش سے مہنگی چیزیں خریدنے کے لیے قرض لینا

دوسری بات یہ ہے کہ جب یہاں اس کو خریدنے کی استطاعت نہیں ہوگی تو سود والے کریڈٹ کارڈ سے قرض لیا جائے گا اور قرضوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے، ہر وقت مقروض ہیں، ہر وقت دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں، گھر کی خواتین کی فرمائشیں بھی کم نہیں ہوتیں، جیسے کسی بڑے اسٹور یا شاپنگ مال میں جو جاتا ہے تو یا تو ناشکری کرنے لگتا ہے یا حیثیت سے زیادہ خریداری کرتا ہے۔ اب جب باہر ملک کی چیزیں دیکھیں گے کہ وہاں سردی کے کپڑے وغیرہ اتنے اچھے ہیں تو فوراً یہاں سے کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو پیسے بھیج رہے ہیں، آپ یہ کپڑے خرید کر کسی کے ساتھ یہاں بھجوا دیں۔ دن بدن اتنے خرچے بڑھیں گے کہ مقروض ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ایسے لوگوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا، کیونکہ نہ موجودہ نعمت پر شکر ہوتا ہے، نہ قناعت ہوتی ہے۔ دنیا میں اپنے سے کم والوں کو نہیں دیکھیں گے اور دین میں اپنے سے اوپر والوں کو نہیں دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ سے کسی حالت میں راضی نہیں ہوں گے۔ ناشکری نے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

آسمانی آفات ومصائب
اُترنے کے اَسباب اور اُن کا حل

مفتی محمد راشد ڈَسکوی
دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈَسکہ، سیالکوٹ

عام طور پر ماہِ صفرالمظفر کے بارے میں یہ غلط گمان کیا جاتا ہے کہ اِس مہینے میں آسمان سے آفات، مصائب اور بلائیں اُترتی ہیں، جب کہ شریعت کی روشنی میں ہمیں اِس کے برعکس یہ نظر آتا ہے کہ آسمان سے مصائب اور بلائیں وآفات اُترنے کا سبب اِنسان کے اپنے گناہ اور اُس کی بداعمالیاں ہیں، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

’’ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ‘‘ (الروم:۴۱)

ترجمہ: ’’خشکی اور تری میں فساد اُن (گناہوں) کے باعث پھیل گیا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمار کھے ہیں، تاکہ (اللہ) اُنہیں بعض (برے) اَعمال کا مزہ چکھادے جو اُنہوں نے کیے ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔‘‘

’’خشکی سے مراد‘‘ انسانی آبادیاں اور ’’تری سے مراد‘‘ سمندر، سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔ ’’فساد‘‘ سے مراد ہر وہ بگاڑ ہے جس سے اِنسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن و سکون تہ و بالا ہو جاتا ہو، اور اُن کے عیش وآرام میں خلل واقع ہو، اِس لیے اِس (فساد) کا اِطلاق معاصی وسیئات پر بھی صحیح ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ کی حدود کو پامال اور اَخلاقی ضابطوں کو توڑ رہے ہیں اور قتل وخونریزی عام ہوگئی ہے اور اُن ارضی وسماوی آفات پر بھی اِس (فساد) کا اِطلاق صحیح ہے جو اللہ کی طرف سے بطورِ سزا وتنبیہ نازل ہوتی ہیں، جیسے: قحط، کثرتِ موت، خوف، وبائیں اور سیلاب وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب اِنسان اللہ کی نافرمانیوں کو اپنا وطیرہ بنالیں تو پھر مکافاتِ عمل کے طور پر اللہ

تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے اَعمال وکردار کا رُخ برائیوں کی جانب پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے، اَمن وسکون ختم اور اُس کی جگہ خوف ودہشت، لوٹ مار اور قتل وغارت گری عام ہوجاتی ہے، اِس کے ساتھ ساتھ بعض دفعہ آفاتِ ارضی وسماوی کا بھی نزول ہوتا ہے۔ مقصد اِس سے یہی ہوتا ہے کہ اِس عام بگاڑ یا آفاتِ الٰہیہ کو دیکھ کر شاید لوگ گناہوں سے باز آجائیں، توبہ کرلیں اور اُن کا رجوع اللہ کی طرف ہوجائے۔ اِس کے برعکس جس معاشرے کا نظام اطاعتِ الٰہی پر قائم ہو اور اللہ کی حدیں نافذ ہوں، ظلم کی جگہ عدل کا دور دورہ ہو، وہاں اَمن وسکون اور اللہ کی طرف سے خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے۔

جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حَدٌّ يُعْمَلُ بِهٖ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوْا أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا.'' (سنن ابن ماجہ، الرقم: ۲۵۳۱)

''زمین میں اللہ کی ایک حد کو قائم کرنا وہاں کے انسانوں کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔''

اسی طرح یہ حدیث ہے:

''والْعَبْدُ الفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ منهُ الْعِبَادُ والْبِلَادُ، وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ.''

(صحیح البخاری، الرقم: ۶۵۱۲)

''جب ایک بدکار آدمی فوت ہوجاتا ہے تو بندے ہی اس سے راحت محسوس نہیں کرتے، شہر بھی اور درخت اور جانور بھی آرام پاتے ہیں۔''

آیتِ مبارکہ کے خلاصے کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ موجودہ صورتِ حال پر غور کر لے کہ فی زمانہ بے حیائی عام ہونا، ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کے اَموال پر جبری قبضے کرنا، زکوٰۃ نہ دینا، جوا اور سودخوری وغیرہ، الغرض وہ کونسا گناہ ہے جو ہم میں عام نہیں، اور شاید اُنہی اَعمال کا نتیجہ ہے کہ آج کل لوگ اَیڈز، کینسر اور دیگر جان لیوا اَمراض میں مبتلا ہیں، ظالم حکمران اُن پر مقرر ہیں، بارش رُک جانے یا حد سے زیادہ آنے کی آفت کا یہ شکار ہیں، دشمن اُن پر مُسلَّط ہوتے جارہے ہیں، قتل وغارت گری اُن میں عام ہوچکی ہے، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی مصیبتوں میں یہ پھنسے ہوئے ہیں، تجارتی خسارے اور ہر چیز میں بے برکتی کا رونا یہ رورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا کرے اور اپنی بگڑی عملی حالت سدھارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کافروں کے ممالک جہاں کفر وشرک اور زنا وگناہ سب کچھ عام ہے، وہاں فساد کیوں نہیں ہے؟ تو اِس کے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے، لہٰذا وہ اُس مہلت سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے ہی نہیں ہوتی، بلکہ بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں بلکہ اور بھی ہزاروں اعتبار سے ہوتی ہے، اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کرلیں، یونہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پاگل خانے، ذہنی مریض، دماغی سکون کی دواؤں کا استعمال، دماغی اَمراض کے مُعالجین، ذہنی مریضوں کے اِدارے اور نفسیاتی ہسپتال بھی اُنہی کفار کے ممالک میں ہیں اور اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ طلاقیں، ناجائز اولادیں، بوڑھے والدین کو اَولڈ ہومز میں پھینک کر بھول جانے کے واقعات، یونہی دنیا میں سب سے زیادہ خودکشیاں بھی اُنہی ممالک میں ہیں، جو ظاہراً تو بڑے خوشحال نظر آتے ہیں، لیکن اندر سے گل سڑ رہے ہیں۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں انسانوں کی بداعمالیوں کے سبب حالات بگڑنے کا تذکرہ بہت تفصیل سے سامنے آتا ہے، ذیل میں احادیث کی روشنی میں بلائیں اُترنے کے اسباب اور احادیث کی روشنی میں ہی ان آفات کو دور کرنے کے حل ذکر کیے جاتے ہیں:

خیانت: ❶ -''إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْئُ دِوَلًا'' جب مالِ غنیمت کو اپنی ذاتی دولت سمجھا جانے لگے۔

❷ - ''وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا'' امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جانے لگے، یعنی: امانت کو ادا کرنے کی بجائے خود استعمال کرلیا جائے۔

عبادت میں حیلے بہانے: ❸ -''وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا'' زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، یعنی: خوشی سے دینے کی بجائے ناگواری سے دیا جائے۔

❹ -''وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ'' علم، دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے حاصل کیا جانے لگے۔

قطع رحمی وقطع تعلقی: ❺ - ''وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ'' آدمی اپنی بیوی کی فرماں برداری، ❻ -''وَعَقَّ اُمَّهٗ'' اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔ ❼ - ''وَاَدْنٰی صَدِيْقَهٗ''، دوست کو قریب، ❽ -''وَاَقْصٰی اَبَاهُ'' اور باپ کو دور کرنے لگے۔

شعائر اللہ کی توہین: ❾ -''وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ'' مسجدوں میں کھلم کھلا شور ہونے لگے۔

عہدوں اور مناصب میں بے دینی: ❿ -''وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ'' قوم کی سرداری فاسق کرنے لگے۔

⓫ -'' وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ'' قوم کا سربراہ، قوم کا سب سے ذلیل آدمی بن جائے۔

⓬ - '' وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ'' آدمی کا اکرام اس کے شر سے بچنے کے لیے کیا جانے لگے۔

بے حیائی، فحاشی وعریانی: ⓭ -''وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ'' گانے والی عورتوں اور

ساز وباجے کا رواج ہونے لگے۔

⑭ -’’ وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ ‘‘ شراب کھلے عام پی جانے لگے۔

عجب وعدمِ اعتماد: ⑮ -’’ وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا ‘‘ اُمت کے بعد والے لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔

’’فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ‘‘ (یعنی: جب یہ پندرہ کام ہونے لگ جائیں تو) اُس وقت انتظار کرو، ’’رِيحًا حَمْرَاءَ‘‘ سرخ آندھی کا، ’’وَزَلْزَلَةً‘‘ زلزلے کا، ’’وَخَسْفًا‘‘ زمین میں دھنس جانے کا، ’’وَمَسْخًا‘‘ آدمیوں کی صورت بگڑ جانے کا، ’’وَقَذْفًا‘‘ اور آسمان سے پتھروں کے برسنے کا، ’’وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ‘‘، اور ایسے ہی مسلسل آفات اور بلاؤں کے آنے کا انتظار کرو جس طرح کسی ہار کا دھاگا ٹوٹ جائے اور اس کے موتی پے درپے جلدی جلدی گرنے لگیں۔

زنا کی کثرت: ⑯ -’’ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلاَفِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا ‘‘ جب کسی قوم میں علی الاعلان بے حیائی ہونے لگے، تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے، اور ایسی بیماریاں جن کا پہلے نام ونشان نہ تھا۔ (سنن ابن ماجہ)

ناپ تول میں کمی: ⑰ -’’ وَلَمْ يَنْقُصُوْا الْمِكْيَالَ وَالْـمِيْزَانَ إِلَّا اُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ ‘‘ جب قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو ان کے درمیان قحط سالی، حالات کی سختیاں اور بادشاہوں کے ظلم وستم عام ہوجاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

زکاۃ نہ دینا: ⑱ - ’’وَلَمْ يَمْنَعُوْا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلاَ الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا‘‘، جب کوئی قوم زکاۃ دینا چھوڑ دیتی ہے تو ان سے بارشیں روک لی جاتی ہیں، اگر زمین پر چوپائے/ جانور نہ ہوں تو بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ برستا۔ (سنن ابن ماجہ)

بدعہدی: ⑲ -’’وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَاَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِيْ اَيْدِيهِمْ‘‘، جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کردیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے ان سے چھین لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

رشوت: ⑳ - ’’مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا إِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ‘‘ جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہوجاتی ہے اس پر رعب مسلط کردیا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

قرآن وسنت کے خلاف فیصلے ہونا: ㉑ -’’وَمَا لَمْ تَحْكُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَ يَتَخَيَّرُوا مِمَّا

أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ ’’ جس قوم کے حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور جو اللہ نے نازل کیا ہے، اُسے اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

دنیا کی وقعت وعظمت: ㉒ - ’’إِذَا عَظَّمَتْ أُمَّتِيْ الدُّنْيَا نُزِعَ مِنْهَا هَيْبَةُ الْإِسْلَامِ ‘‘ جب اُمت دنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اس کے دلوں سے نکل جائے گی۔ (جامع الصغیر)

امر بالمعروف کا ترک: ㉓ - ’’ وَإِذَا تَرَكَتِ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةُ الْوَحْيِ ‘‘ جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی۔ (جامع الصغیر)

گالی گلوچ کی کثرت: ㉔ - ’’ وَإِذَا تَسَابَّتْ أُمَّتِيْ سَقَطَتْ مِنْ عَيْنِ اللّٰهِ ‘‘ جب امت آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔ (جامع الصغیر)

قرآن وحدیث میں ان بلاؤں اور آفات کو دور کرنے کے اعمال واَسباب بھی مذکور ہیں، ذیل میں اشارۃً ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

❶ -توبہ واستغفار کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. ‘‘ (سنن ابی داود، الرقم: ۱۵۱۸)

ترجمہ: ’’جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں، ہر غم سے اُسے نجات عطا فرماتے ہیں اور اُسے ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔‘‘

❷ -تقویٰ اختیار کرنا

قرآن مجید میں تقویٰ اختیار کرنے والے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ‘‘ (الطلاق: ۲، ۳)

ترجمہ: ’’جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔‘‘

❸ -صدقہ دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَخْطَاهَا.'' (المعجم الاوسط، الرقم: ۵۶۳۹)

ترجمہ: ''صبح سویرے صدقہ نکالا کرو، کیونکہ بلائیں اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتیں۔''

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلصَّدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِيْنَ نَوْعًا مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَاءِ؛ اَهْوَنُهَا الْجُذَامُ وَالْبَرَصُ''

(تاریخ بغداد، الرقم: ۴۳۲۶)

ترجمہ: ''صدقہ ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں سے سب سے چھوٹی بلا کوڑھ اور برص ہے۔''

❹ -''لا حول ولا قوۃ إلا باللہ'' کی کثرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

''اَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، فَإِنَّهَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ.''

ترجمہ: ''لاحول ولاقوۃ إلا باللہ'' کثرت سے کہا کرو، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔''

حضرت مکحولؒ (تابعی) نے فرمایا: ''فَمَنْ قَالَ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ"، كَشَفَ عَنْهُ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الضُّرِّ اَدْنَاهُنَّ الْفَقْرُ.'' (سنن الترمذي: ۳۶۰۱) کہ جو شخص یہ کہے ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ'' یعنی: ضرر ونقصان کو (دفع کرنے کی) قوت اور نفع حاصل کرنے کی طاقت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات اسی (کی رضا ورحمت کی توجہ) پر منحصر ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرر ونقصان کی ستر قسمیں دور کردیتا ہے، جس میں ادنیٰ قسم فقر ومحتاجگی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ قَالَ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، كَانَ دَوَاءً مِنْ تِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ دَاءً اَيْسَرُهَا الْهَمُّ.'' (المستدرک علی الصحیحین، الرقم: ۱۹۹۰)

ترجمہ: ''جو شخص ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھے تو یہ ننانوے (دنیاوی واُخروی) بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے ادنیٰ بیماری (دنیوی واخروی) غم ہے۔''

❺ -آیتِ کریمہ کو کثرت سے پڑھنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ إِذْ دَعَا وَهُوَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَإِنَّهٗ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ شَيْئٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللهُ لَهٗ.‘‘ (سنن الترمذی، الرقم:۳۵۰۵)

ترجمہ: ’’حضرت ذوالنون (اللہ کے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام) جب سمندر کی ایک مچھلی کا لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں پہنچ گئے تھے تو اس وقت اللہ کے حضور میں اُن کی دعا یہ تھی: ’’لَآ إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ‘‘ ارشاد فرمایا: ’’جو بھی مسلمان بندہ اپنے کسی معاملہ اور مشکل میں اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ذریعہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول ہی فرمائے گا۔‘‘

قرآن وحدیث میں کہیں ان کلمات کو مخصوص تعداد میں پڑھنے کا تذکرہ نہیں، البتہ بزرگوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں مختلف اعداد (۳۱۳ وغیرہ) بتائے ہیں، اُن میں سے کسی بھی عدد کو اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث سے ثبوت کے بغیر کسی عدد کو مستحب نہیں کہا جاسکتا۔

❻ - درود شریف کی کثرت کرنا

درود شریف کی کثرت پر ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ساری فکروں کو ختم فرمادیں گے اور تمہارے گناہ معاف کردیے جائیں گے:

’’عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ:كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ! اُذْكُرُوْا اللهَ، اُذْكُرُوْا اللهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَــوْتُ بِمَا فِيْهِ، جَاءَ الْمَــوْتُ بِمَا فِيْهِ، قَالَ اُبَيٌّ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّيْ اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ. قَالَ: قُلْتُ: الرُّبُعَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا، قَالَ: إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ، وَ يُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ.‘‘ (سنن الترمذی، الرقم:۲۴۵۷)

❼ - دعاؤں کا اہتمام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَمَا سُئِلَ اللهُ شَيْئًا يَعْنِيْ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُسْاَلَ العَافِيَةَ.‘‘

ترجمہ: ’’تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا تو اُس کے لیے رحمت کے

دروازے کھول دیئے گئے، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس سے عافیت کا سوال کیا جائے۔‘‘

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِالدُّعَاءِ.‘‘

(سنن الترمذی، الرقم: ۳۵۴۸)

ترجمہ: ’’دعا کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہوں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، پس اے خدا کے بندو! دعا کا اہتمام کیا کرو۔‘‘

’’وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ‘‘ (الانبیاء: ۸۳،۸۴)

ترجمہ: ’’اور ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو، جبکہ اُنہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور جو اُن کو تکلیف تھی وہ دور کر دی اور اُن کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی کے ساتھ اتنے ہی اور (بخشے)، تاکہ سچے بندوں کے لیے سببِ نصیحت ہو۔‘‘

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَ يَدِرُّ لَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ؟ تَدْعُونَ اللهَ فِيْ لَيْلِكُمْ وَنَهَارِكُمْ، فَإِنَّ الدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ.‘‘ (مسند ابی یعلی، الرقم: ۱۸۱۲)

ترجمہ: ’’کیا میں تمہیں وہ علم بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے، اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو، رات میں اور دن میں، کیونکہ دعا مؤمن کا خاص ہتھیار یعنی: اس کی خاص طاقت ہے۔‘‘

❽ - اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا‘‘ (النساء: ۱۴۷)

ترجمہ: ’’اگر تم شکرگزار بنو اور (صحیح معنی میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟ اللہ بڑا قدر دان ہے، اور سب کے حالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔‘‘

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کے نفسیاتی پہلو

ڈاکٹر مولانا فہد انوار
اسلام آباد

عبد اور معبود، بندے اور رب، خالق اور مخلوق کے تعلق کی حسین ترین جھلکیاں دیکھنی ہوں تو کمالاتِ محمدی کے اس باب کا مطالعہ کرنا چاہیے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں یا مناجاتِ نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دعائیں کیا ہیں؟ ایک مُحِب کی محبوب سے باتیں، عارفوں کے سردار کا اظہارِ عجز، اپنی بے بسی و بے کسی اور ربِ ذوالجلال کی بڑائی کا اعتراف، شکستہ دلوں کی تسلی کا سامان، دنیا و آخرت کی ساری خیروں کی طلب، تعلق مع اللہ کا نسخہ اور قبولیت کی سند۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرّہٗ کے بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی ایک معجزہ ہیں۔ ان دعاؤں کی نافعیت اور جامعیت پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، تاہم ان کا ایک اہم پہلو نفسیاتی مسائل کا حل اور ان سے نجات ہے۔

نفسیاتی مسائل آج کی دنیا میں بہت اہمیت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ کثیر جسمانی امراض کا آغاز نفسیاتی مسائل سے ہوتا ہے۔ ذہنی دباؤ (ڈیپریشن) تناؤ (ٹینشن) کی وجہ سے فشارِ خون (بلڈ پریشر)، مرضِ سکر (شوگر) اور معدہ کی تیزابیت (ایسیڈیٹی) عام ہیں۔ اسی طرح وساوس سے جسمانی ایذا، حتیٰ کہ خودکشی کے رجحانات وغیرہ نفسیاتی مسائل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جسمانی امراض کی مثالیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بحمداللہ تمام ظاہری و باطنی امراض کے حوالے سے رہنمائی ملتی ہے۔ باطنی امراض کا تزکیہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ نبوت میں سے تھا، تاہم جسمانی امراض کے حوالے سے بھی وقیع رہنمائی ملتی ہے۔ غموں، دکھوں، بے چینیوں اور مایوسیوں میں گھرے افراد کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات اور دعاؤں میں سکھ چین، راحت اور اُمید کی کرنیں موجود ہیں۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی دنیا اچھی ہو اور جس کا اعتقاد آخرت پر ہو اس کے لیے آخرت کا اچھا ہونا انتہائی اہم ہوتا ہے۔ دنیا اگرچہ ایک عارضی قیام گاہ ہے، لیکن انسان اس میں کسی برائی اور

مصیبت پیش آنے سے گھبراتا ہے۔ دنیوی تکالیف بسا اوقات انسان کو اس کے مقصدِ اصلی یعنی عبادت اور آخرت کی تیاری سے غافل کر دیتی ہیں، لہٰذا مومن بندہ دنیا کی اچھائی بھی مانگتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی جامع ترین دعا میں ان تمام پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔''

''ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس آیت میں لفظِ حسنہ تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں اور بھلائیوں کو شامل ہے، مثلاً دنیا کی حسنہ میں بدن کی صحت، اہل وعیال کی صحت، رزقِ حلال میں وسعت و برکت، دنیوی سب ضروریات کا پورا ہونا، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ محمودہ، علمِ نافع، عزت و وجاہت، عقائد کی درستی، صراطِ مستقیم کی ہدایت، عبادات میں اخلاصِ کامل سب داخل ہیں۔ اور آخرت کی حسنہ میں جنت اور اس کی بے شمار اور لازوال نعمتیں اور حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار، یہ سب چیزیں شامل ہیں۔

مایوسیوں اور بے چینیوں کی بڑی وجہ شکر اور صبر سے محرومی ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر کا عادی بن جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہونے کے ساتھ اپنی خوش قسمتی کا احساس ترقی کرتا رہتا ہے، ایسے ہی اگر آدمی مصیبت اور ناگواریوں پر صبر کا عادی بن جائے اور یہ جان لے کہ یہ حالت اسے آزمانے کے لیے ہے کہ وہ اپنے ایمان پر پکا ہے یا نہیں؟ اور یہ حال طاری کرنے والی ذات بھی اس کے فائدے پر نگاہ رکھے ہوئے ہے تو اس کے لیے مصیبت برداشت کرنا آسان ہو جائے گا، اسی لیے آنحضرت ﷺ نے شاکر و صابر بننے کی دعا بھی مانگی ہے۔ تاہم یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ عام حالات میں اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنا ایک طرح کا اپنے آپ کو ازخود مشکلات کے لیے پیش کرنا ہے، لہٰذا عام حالات میں محض صبر کی بجائے شکر اور صبر کی صفات اکٹھی مانگنی چاہئیں، جیسا کہ مندرجہ ذیل دعا میں مانگا گیا ہے:

''رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مُطِيْعًا، إِلَيْكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا.''

''اے اللہ! مجھے اپنا خوب شکر کرنے والا بنا، تیرا خوب ذکر کرنے والا بنا، تجھ سے بہت زیادہ ڈرنے والا بنا، تیرا سراپا اطاعت گزار اور فرمانبردار بنا، تیرے حضور انتہائی عاجزی اور انکساری سے جھکنے والا بنا، نرم دل اور تیری بارگاہِ کرم کی طرف بار بار رجوع ہونے والا بنا۔''

آج کی دنیا کا بڑا مسئلہ قناعت کا نہ ہونا ہے۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو جو دیا ہے اس پر مطمئن رہے، بلکہ اسے اپنے استحقاق سے بڑھ کر سمجھے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی ایسی چیز کے

پیچھے پڑ جاتا ہے جو اس کے مقدّر میں ہی نہیں ہوتی یا جو چیز اس کے حق میں خلافِ مصلحت تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے دور کردی تھی۔ بہت سا مال، بہت سا وقت اور کثیر ذہنی صلاحیتیں صرف کرنے کے بعد جب آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ:

اس راہ میں اِک عمر گزار آئے تو جانا
یہ راہ فقط لوٹ کے آنے کے لیے ہے

اس وقت مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے ایسی دعا تلقین فرمادی ہے جو ہمیں قناعت بھی عطا کرتی ہے اور اس چیز کے پیچھے اپنی توانائیاں خرچ کرنے سے بھی باز رکھتی ہے جس کا ملنا مقدر میں نہیں، ملاحظہ فرمائیں:

’’اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَسِّعْ لِيْ خُلُقِيْ وَطَيِّبْ لِيْ كَسْبِيْ، وَقَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ، وَلَاتُذْهِبْ قَلْبِيْ إِلٰی شَيْءٍ صَرَّفْتَهٗ عَنِّيْ.‘‘

’’یا اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میرے اخلاق وسیع کردے، میری روزی پاک کردے، جو آپ نے مجھے دیا اس پر مجھے قناعت نصیب فرمائیں اور جو چیز آپ نے مجھ سے پھیر دی اس کی طرف میرے دل (کی طلب) کو نہ لے کر جائیں۔‘‘

اسی طرح انسان اپنی کم سمجھی کے باوصف ایسی چیزوں سے محبت کر بیٹھتا ہے جو اسے اپنے میں مشغول کرکے مقصدِ حقیقی یعنی بندگیِ مولیٰ اور یادِ الٰہی سے غفلت میں ڈال دیتی ہیں۔ ایسے وقت میں یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو بندے سے دور کردیا جائے اور بندے کو ان چیزوں سے دور کردیا جائے۔ ایک مومن کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ ایسی چیزوں کے دور ہونے کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے اوقاتِ زندگی کو یادِ الٰہی میں بسر کرے:

’’اللّٰھُمَّ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّيْ مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِيْ فِيْمَا تُحِبُّ.‘‘

’’اے اللہ! میری پسندیدہ چیزوں میں سے جس چیز کو آپ نے مجھ سے دور کردیا اسے میرے لیے اپنی پسندیدہ چیز کے لیے فارغ ہوجانے کا ذریعہ بنادے۔‘‘

معاملات کی عدم درستگی اور نفسیاتی اُلجھنیں

ذہنی دباؤ اور ڈپریشن وغیرہ کا ایک بڑا سبب دوسرے انسانوں کے ساتھ معاملات کی عدم درستگی ہے۔ کبھی یہ پریشانی دوسروں کے حسد کی وجہ سے ہوتی ہے تو کبھی حق کا تقاضا کرنے کی وجہ سے۔ بسا اوقات آدمی قرض لیتا ہے، لیکن جلد ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے قرض خواہوں کی طرف سے تقاضا شروع ہوجاتا ہے، یہ

ایک مستقل ذہنی تناؤ کا باعث ہوجاتا ہے۔اس کیفیت سے بچنے کے لیے بھی آنحضرت ﷺ کی دعاؤں میں ہمارے لیے روشنی کا سامان موجود ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اکثر آپ ﷺ کو نماز کے بعد یہ دعا کرتے دیکھا:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَـاْثَمِ وَالْمَـغْرَمِ.''یعنی''اے اللہ! میں گناہ اور قرضہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

ایک صاحب نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مقروض ہونے سے اتنی پناہ کیوں مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب مقروض ہوتا ہے تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

اسی طرح ابوامامہ انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے مسجد میں ایسے وقت میں دیکھا جب کہ نماز کا وقت نہیں تھا، آپ ﷺ نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے طرح طرح کی پریشانیوں نے گھیرا ہوا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کلمات نہ بتلاؤں کہ جب تم انہیں پڑھو تو اللہ تعالیٰ تم سے غم دور فرمادے اور تمہارا قرض بھی ادا کروادے۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ضرور۔آپ ﷺ نے یہ دعا صبح شام پڑھنے کے لیے ارشاد فرمائی:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ، وَقَهْرِ الرِّجَالِ .''

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے، اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں کم ہمتی اور سستی سے، اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں بزدلی اور بخل سے، اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں قرض کے بوجھ اور لوگوں کے دباؤ سے۔''

ذہنی ونفسیاتی امراض سے بچاؤ اور ان سے متاثر افراد کے لیے یہ دعا ایک عظیم تحفہ ہے۔

عافیت کی دعا

آنحضرت ﷺ کی جامع ترین دعاؤں میں عافیت کی دعا ہے۔کئی جگہوں پر آپ ﷺ نے عافیت کی دعا مانگی ہے، بلکہ امت کو اس کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بار بار عافیت کی دعا مانگنے کو ارشاد فرمایا:

''عَنِ العَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضي الله عنه ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: سَلِ اللهَ الْعَافِيَةَ، فَمَكَثْتُ اَيَّامًا، ثُمَّ جِئْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللهَ، فَقَالَ لِيْ: يَا عَبَّاسُ!

یَاعَمَّ رَسُوْلِ اللهِ! سَلِ اللهَ العَافِيَةَ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.''

''حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتائیے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے عافیت مانگو۔ میں کچھ دن ٹھہرا رہا اور پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتائیے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے عباس! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگا کرو۔''

عافیت ایک ایسی جامع چیز ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں شامل ہیں۔ شارحِ مشکوٰۃ علامہ نواب قطب الدین دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: عافیت کے معنی دین میں فتنہ سے سلامتی اور بدن میں بری بیماریوں اور سخت رنج سے نجات ہے۔ (مظاہر حق جدید، ص:۷۰۷، ج:۲)

حقیقت میں انسان دنیا وآخرت کی ان سبھی بھلائیوں کا محتاج ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے طبیعت میں انتشار اور بے چینی رہتی ہے، اسی لیے عافیت کے لفظ سے آدمی ان سب چیزوں کو مانگ لیتا ہے، گویا ''سب کچھ ہی مانگ لیا ہے تجھ کو مانگ کر'' اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جب مدین پہنچے تو کمالِ تواضع سے آپ نے اللہ تعالیٰ سے جامع دعا مانگ لی تھی:

''رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ.''

''میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اوپر سے نازل کردے، میں اس کا محتاج ہوں۔''

''وَعَنْ اَنَسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - اَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ، فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كُنْتَ تَدْعُو اللهَ بِشَيْءٍ اَوْ تَسْاَلُهُ إِيَّاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَقُولُ: اللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهٖ فِيْ الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِيْ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللهِ! لَا تُطِيْقُهُ وَلَاتَسْتَطِيعُهُ: اَفَلَا قُلْتَ: اللّٰهُمَّ آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِيْ الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ؟ قَالَ: فَدَعَا اللهَ بِهٖ فَشَفَاهُ اللهُ.'' (رواہ مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ شخص پرندے کے بچے کی طرح لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کی تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ: میں اللہ سے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ! جو عذاب تو نے مجھے آخرت میں دینا ہے، وہ دنیا ہی میں دے دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ!‘‘ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور تم میں اتنی استطاعت ہی نہیں، تم یہ دعا کیوں نہیں کرتے تھے: ’’اللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِيْ الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.‘‘ یعنی ’’اے اللہ! ہمارے ساتھ دنیا وآخرت میں بھلائی کا معاملہ فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، چنانچہ انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی۔‘‘

اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس وقت میں کون سی دعا مانگا کروں؟ تو آپ ﷺ نے عافیت مانگنے کی ہدایت فرمائی:

’’وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِي اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُسْاَلَ الْعَافِيَةَ.‘‘ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ)

’’عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا، اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت سے بڑھ کر اس کی پسندیدہ چیز نہیں مانگی گئی۔‘‘

مرقاۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ عافیت اللہ تعالیٰ کو اس لیے زیادہ محبوب ہے کہ یہ لفظ دونوں جہانوں کی بھلائیوں کا جامع ہے جس میں صحت اور سلامتی شامل ہے۔ عافیت کی اس اہمیت کی وجہ سے عافیت کی طلب پر تاکید کو تفصیل سے بیان فرمایا، چنانچہ فرمایا:

’’اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ، اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ، اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ.‘‘

’’اے اللہ! میرے بدن میں عافیت دیجیے، میرے کانوں میں عافیت دیجیے، میری آنکھوں میں عافیت دیجیے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔‘‘

ماحول اور نفسیاتی مسائل

نفسیاتی اُلجھنوں کی بڑی وجہ ماحول کا طبیعت سے موافق نہ ہونا ہے۔ سب سے پہلے وہ ماحول جس میں انسان کا بے تکلفانہ وقت گزرتا ہے، اس کا گھر ہے۔ بیوی بچے چونکہ انسان کے تابع ہوتے ہیں، لہٰذا انسان انہیں اپنے سے ہم آہنگ دیکھ کر مسرّت وشادمان ہوتا ہے۔ جو آدمی دین سے محبت کرتا ہے اور خود دین پر عامل ہے، اس کے لیے اپنے اہل وعیال کی دینداری اور اعمالِ صالحہ میں مشغولی دلی سکون کا باعث ہے، جبکہ گھر والوں کا بے دین ہونا اور گناہوں میں مشغول ہونا اس کے لیے غم اور پریشانی کا باعث ہوتا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنے اہل وعیال کی طرف سے بے فکر نہیں رہتے، وہ جہاں انہیں دنیوی آسائش پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، وہیں ان کی دینی ضروریات اور اُخروی سہولت کا اس سے بڑھ کر خیال رکھتے ہیں۔ اپنی کوشش اور فکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ:

''رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا'' (الفرقان:۷۴)

''ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا سربراہ بنادے۔''

جدّ الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لیے نماز قائم کرنے کی دعا مانگ کر ایک مومن کامل کی دلی خواہش کا نقشہ پیش کردیا تھا:

''رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ'' (ابراہیم:۴۰)

''یا رب! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا دیجیے اور میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ پیدا فرمائیے جو نماز قائم کریں) اے ہمارے پروردگار! اور میری دعا قبول فرمالیجیے۔''

اسی طرح اولاد کی آسودہ حالی سے آدمی کو تسلّی ہوتی ہے اور اس کی معاشی بدحالی اور تنگی سے آدمی کو غم ہوتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کے لیے رزق کی فراخی کی دعا بھی مانگ لی تھی: ''وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ'' اور یہ اس لیے تاکہ وہ شکرگزار بندے بن جائیں: ''لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ'' یہ دعائیں قرآنِ مقدس میں محفوظ ہیں اور نفسیاتی اُلجھنوں سے نجات کا ذریعہ ہیں۔

نبی ﷺ کی دعاؤں میں جہاں اہل وعیال کے لیے خیر کی طلب ہے، وہیں ان کے شر سے پناہ بھی مانگی گئی ہے۔ شادی کے بعد زوجہ سے ملاقات کے وقت وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی سے قبل اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے:

'' اللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ. ''

''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں، اور تو نے اس کو جن خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے، ان کی بھلائی کا طلبگار ہوں، اور اس کے شر سے اور جن خصلتوں کے ساتھ تو نے اس کو پیدا کیا ہے، ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

اسی طرح ایسی بیوی سے پناہ مانگی گئی ہے جس کی برائی اور تکلیف سے آدمی قبل از وقت بوڑھا ہو جائے۔ ایسے ہی ایسی اولاد کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے جو آدمی کے لیے وبالِ جان اور آخرت میں مواخذہ کا باعث بن جائے:

’’اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ، وَمِنْ زَوْجٍ تُشَيِّبُنِيْ قَبْلَ الْمَشِيْبِ، وَمِنْ وَلَدٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ رَبًّا، وَمِنْ مَالٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ عَذَابًا، وَمِنْ خَلِيْلٍ مَاكِرٍ، عَيْنُهٗ تَرَانِيْ، وَقَلْبُهٗ يَرْعَانِيْ، إِنْ رَأَى حَسَنَةً دَفَنَهَا، وَإِذَا رَأَى سَيِّئَةً اَذَاعَهَا.‘‘

’’اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں برے پڑوسی سے اور ایسی بیوی سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردے اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے اور ایسے مال سے جو میرے لیے باعث عذاب بن جائے اور ایسے چالباز دوست سے جس کی آنکھیں مجھے تک رہی ہوں اور اس کا دل میرے پیچھے پڑا ہوا اور میری ہر نیکی کو دباتا جائے اور ہر برائی کو نشر کرتا جائے۔‘‘

وساوس

بڑھتے ہوئے نفسیاتی مسائل میں بڑا کردار وساوس کا بھی ہے۔ وساوس وسوسہ کی جمع ہے جس کا مطلب ایک نہ سنائی دینے والی آواز ہے۔ وساوس ایمان وعقائد سے متعلق بھی ہوتے ہیں اور عمل سے متعلق بھی۔ عقائد میں مثلاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتوں، تقدیر، جنت وجہنّم کے متعلق۔ عمل کے متعلق مثلاً پاکی اور ناپاکی کے وسوسے، حلال وحرام کے متعلق وسوسے یا اپنے دیگر معمولاتِ زندگی کے بارے میں بے بنیاد خیالات مثلاً اپنی صحت کے متعلق وسوسے۔ وسوسے نفسانی بھی ہوتے ہیں جو خود انسان کے اندر سے پریشان خیالات کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں اور شیطانی بھی ہوتے ہیں۔ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ بھی ہوتا ہے اور شیطان بھی۔ فرشتہ اس کے دل میں اچھے خیالات ڈالتا ہے، جس سے انسان کی طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے، جبکہ شیطان برے خیالات ڈالتا ہے جس سے انسان کی طبیعت برائی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ عام طور پر آدمی جب اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو اس وقت شیطان کو اپنا زہر گھولنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔ جوں ہی آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے تو شیطان گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اسی کا ایک بڑا اثر وہ ہے جو نماز کی پابندی پر ملتا ہے کہ نماز آدمی کو بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے۔

آج کل کے نفسیاتی مسائل میں وساوس کی بھی کثرت ہے۔ لوگ طرح طرح کے ایسے مسائل بتاتے ہیں جن کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہوتی، مثلاً کسی کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اس کا چہرہ خراب ہوتا جارہا ہے، جبکہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ کسی کو صورتیں چلتی نظر آتی ہیں تو کسی کو آوازیں آرہی ہوتی ہیں۔ جو لوگ عبادات کے پابند ہوتے ہیں انہیں نماز، روزے، وضو حتیٰ کہ نکاح برقرار رہنے تک میں وسوسے آتے ہیں۔ (Obcessive Compulsive Disorders OCDs) کے نام سے ان نفسیاتی مسائل کے علاج کے لیے قسم ہا قسم کی دوائیاں دی جارہی ہیں۔ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وساوس کے لیے ایسا علاج اور دعا تعلیم

فرمائی ہے جس سے یہ وساوس نہ صرف دور ہوتے ہیں، بلکہ بجائے پریشان کرنے کے قربِ الٰہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

’’وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْتِيْ الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ وَلْيَنْتَهِ.‘‘

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے تو کہتا ہے کہ اس طرح کس نے پیدا کیا؟ اس طرح کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب وہ یہاں تک پہنچے تو اللہ سے پناہ مانگے اور اس وسوسہ سے اپنے آپ کو روک لے۔‘‘

’’وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ: هٰذَا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَلْيَقُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ.‘‘

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے، یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا؟ تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جو آدمی اس طرح کا کوئی وسوسہ اپنے دل میں پائے تو وہ کہے: ’’آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ‘‘ (میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا)۔‘‘

قرآن کریم میں شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تلقین کی گئی ہے:

’’رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ۔‘‘

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ایک دعا ہے، جس کا پڑھتے رہنا نفس کے مکر وفریب اور وسوسوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے:

’’اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ.‘‘

’’اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت (بھلائی) ڈال دیجیے اور میرے نفس کے شر سے اپنی پناہ میں رکھیے۔‘‘

دفتری اور کاروباری اُلجھنیں

بسا اوقات آدمی دفتری یا کاروباری معاملات میں ایسے لوگوں کے ماتحت ہوتا ہے جو اس کے لیے باعثِ اذیت ہوتے ہیں، چنانچہ وہ کام جسے اس نے مالی آسودگی حاصل کرنے کے لیے اختیار کیا تھا، اب

ذہنی دباؤ اور دردِسر کا باعث بن جاتا ہے۔ ایسی تکلیف سے حفاظت ونجات کا سامان رحمتِ عالم ﷺ کی تعلیمات میں بحسن وخوبی موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِاَصْحَابِهٖ: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّاتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا.''

''حضرت رسولِ اکرم ﷺ مجلس سے اُٹھتے ہوئے اکثر اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اے اللہ! ہمیں اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے، اور اپنی ایسی اطاعت گزاری نصیب فرما، جس کی بدولت تو ہمیں جنت میں داخل فرمادے، اور یقین کی وہ دولت عطا فرما جس کی برکت سے تو ہم پر دنیاوی مصیبتوں کا آسان فرمادے، اور ہمارے کانوں، آنکھوں اور طاقت کو ہماری زندگی کے لیے فائدہ مند بنا اور اسے ہمارے بعد بھی جاری فرما، اور ہم پر ظلم اور دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما، اور ہماری مصیبتوں کو ہمارے دین میں داخل نہ فرما، اور ہم پر دنیاوی غموں کو حاوی نہ فرما، اور ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کریں۔''

بڑھاپا اور ذہنی اُلجھنیں

انسان اگرچہ زندگی گزارنے میں دوسرے انسانوں کا ضرورت مند رہتا ہے، لیکن دوسروں پر بوجھ بننا اور نکمّا بن کر رہنا ایک شریف آدمی کو ناگوار ہوتا ہے۔ تاہم بڑھاپے میں آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے، طرح طرح کے امراض میں گھر کر انسان بسا اوقات مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسے وقت میں بھی آنحضرت ﷺ کی دعائیں سہارا بنتی ہیں۔ مندرجہ ذیل دعائیں ملاحظہ فرمائیں:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ، وَانْقِطَاعِ عُمْرِيْ.''

''اے اللہ! میرا سب سے وسیع رزق بڑھاپے میں اور عمر کے اختتام کے وقت مقرر کیجیے۔''

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ آخِرَهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَوَاتِيْمَ عَمَلِيْ رِضْوَانَكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ.''

’’اے اللہ! میری عمر کا آخری حصہ بہترین حصہ بنائیے، میرے عمل کے خاتمے آپ کی رضا پر ہوں، میرا بہترین دن وہ ہو جس دن میں آپ سے ملوں۔‘‘

آنحضرت ﷺ کی طرف سے تربیت میں نفسیات کی رعایت

ایک نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے (معاذ اللہ) زنا کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے انہیں قریب بلایا اور سمجھایا:

’’حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجیے! لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اُسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن نبی ﷺ نے اسے فرمایا: میرے قریب آجاؤ! وہ نبی ﷺ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر دریافت فرمایا: کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی:

’’اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ، وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ، وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ.‘‘

’’اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔‘‘

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد زنا کے برابر کوئی فعل اس نوجوان کی نظر میں برا نہیں تھا۔ یہاں آپ ﷺ نے نوجوان صحابیؓ کی پیغمبرانہ شان کے مطابق نفسیاتی تربیت فرمائی اور ان کے حق میں دعا بھی فرمائی، جس کا اثر تھا کہ جس کام کی وہ اجازت مانگ رہے تھے، اب وہی ان کی نظر میں بدترین بن گیا۔

دعا میں اعتدال کی رعایت

انسانی فطرت ہے کہ انسان بے عزت ہونا پسند نہیں کرتا، تاہم اس جذبے کا اعتدال میں ہونا بھی

ضروری ہے۔ اگر اس میں افراط ہوجائے تو انسان ایسا نازک مزاج بن جائے کہ خلافِ طبیعت بات کسی صورت برداشت نہ کرسکے، حتّٰی کہ اس میں اپنی بڑائی کا جذبہ اس حد تک ترقی کرے گا کہ اسے اپنے علاوہ دیگر انسان ذلیل وحقیر محسوس ہونا شروع ہوجائیں گے اور یہی تکبّر ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے:

تکبّر عزازیل را خوار کرد　　بزندانِ لعنت گرفتار کرد

اسی تکبّر کے بارے میں فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔

دوسری طرف اگر تفریط ہوجائے تو آدمی اس قدر پستی کا شکار ہوجائے کہ جو چاہے اسے ذلیل کرتا پھرے، اسے بے وقعت و بے قیمت سمجھے اور اس کی بے عزّتی کرتا رہے، لیکن اسے کچھ بھی نہ ہو، اگرچہ حدیثِ پاک میں تواضع اور انکساری کی تعلیم دی گئی ہے اور اپنے آپ کو عاجز سمجھنا پسندیدہ ہے، لیکن اس قدر عاجز بن جانا کہ آدمی ذلیل کیا جائے، دینی ودنیوی اعتبار سے مضر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تمام پہلوؤں کی رعایت اپنی مندرجہ ذیل دعا میں نہایت خوبصورت انداز میں فرمادی ہے:

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا، وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا، وَاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا، وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔''

''اے اللہ! مجھے شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا بنادے اور مجھے میری نگاہ میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنادے۔''

اس دعا کی جامعیت ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سے تواضع بھی مانگی جارہی ہے، اور مخلوق کی نگاہ میں عزت بھی۔ آدمی اپنے آپ کو عاجز وحقیر جانتا ہے، جبکہ دوسرے اسے قابلِ عزّت سمجھتے ہوں۔

مقامِ رضا کی طلب

ٹینشن اور ڈپریشن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے لیے ایک حالت کو اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے، لیکن اسے اس کے برعکس حالات پیش آرہے ہوتے ہیں، مثلاً وہ ایک جگہ ملازمت کے لیے کوشش کرتا ہے، لیکن اسے مرضی کے خلاف دوسری جگہ ملازمت مل جاتی ہے۔ آدمی ایک جگہ رشتہ کا متمنی ہوتا ہے، لیکن وہاں رشتہ نہیں ہوتا، ایسی صورتحال میں طبیعت پریشان رہتی ہے۔ تاہم اگر اس بات کا دھیان ہو کہ ہر اچھی اور بری حالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو حال بھی پیش آتا ہے اس میں خیر ہوتی ہے تو طبعی پریشانی کے باوجود دل مطمئن رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ بھی نہیں پیدا ہوتا:

مالک ہے جو چاہے کرے تصرُّف

کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب!
مالک بھی تو ہے حکیم بھی ہے

اسی یقین کو پیدا کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنے کی دعا آنحضرت ﷺ نے تلقین فرمائی ہے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَسْاَلُكَ إِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ، وَ يَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ إِلَّا مَاكَتَبْتَ لِيْ .''

جب مومن کی نگاہ میں فاعلِ حقیقی اللہ جلّ جلالہٗ کی ذات بن جاتی ہے اور اس کی تقسیم پر راضی بھی ہوجاتا ہے تو اب دوسروں سے شکوے اور شکایت کی حاجت ہی نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی احساسِ محرومی رہتا ہے، بلکہ حال یہ بن جاتا ہے کہ:

تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے
کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے

دوسروں سے توقعات وابستہ کرنا بھی ناامیدیوں اور مایوسیوں کا سبب بن جاتا ہے۔ کوئی عزیز چاہے کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، ہمیشہ توقعات پر پورا نہیں اُتر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم ہے کہ آدمی لوگوں سے کوئی توقع وابستہ نہ کرے، بلکہ لوگوں سے شریعت کے مطابق سلوک کرتا رہے اور تمام امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے۔ یہی ایک مومن حقیقی کی شان ہے کہ وہ عمل کرتا بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام ضرورتوں کے لیے صرف اللہ تعالیٰ پر نظر رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرکے اسی سے توقعات وابستہ کرلینی چاہئیں:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ تَوَكَّلَ عَلَيْكَ فَكَفَيْتَهٗ، وَاسْتَهْدَاكَ فَهَدَيْتَهٗ، وَاسْتَنْصَرَكَ فَنَصَرْتَهٗ .''

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل کردے جنھوں نے تجھ پر توکل کیا تو تُو ان کے لیے کافی ہوگیا، اور انہوں نے تجھ سے ہدایت مانگی تو تُو نے انہیں ہدایت دی اور تجھ سے مدد طلب کی تو تُو نے ان کی مدد کی۔''

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ عظام کی قرابت داری

اور باہمی محبت اور احترام

مولانا سفیان علی فاروقی
رکن شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ، لاہور

نبوت کے زیرِ سایہ پروان چڑھنے والے، انسانیت کے ماتھے کا جھومر، قرآن کے اولین مخاطب، نبی کریم ﷺ پر فدا ہونے والے جاں نثار اور فرماں بردار ''أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ، أُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ، أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' کے حقیقی مصداق، ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھ کر نبوت سے مستفید ہونے والے، غزوات میں ایک دوسرے کی خاطر خود کو ڈھال بنانے والے، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک، ایک دوسرے کا بہترین دلاسہ، ایک دوسرے سے دین سیکھنے اور سمجھنے والے ''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ'' کی عملی تفسیر اور تشریح، نبوت کی پہلی درسگاہ سے اکٹھے اکتسابِ فیض حاصل کرنے والے، نبوی بشارات کے انعام یافتہ، پروردگارِ عالم کی طرف سے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے بہترین محافظ اور معتقدین، نبوی ارشادات کی مجسم صورت، ایک دوسرے کے احترام، محبت، مودت، غم خواری کا معیار، احکامِ الٰہی اور اسلامی تعلیمات پر من وعن عمل کرنے والے، کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار اور آپس میں باہم شیر وشکر صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قدسی صفات جماعت تھی۔

ان میں سے کسی ایک پر بھی اگر سب وشتم کیا جائے تو نعوذ باللہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کی محنت رائیگاں گئی، کیونکہ آپ ﷺ کی آواز پر لبیک انہوں نے ہی کہی، یہی کٹ مرنے کو تیار ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔'' اور یہ اس کی عملی تفسیر تھے، نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے آپسی تعلقات، آپسی پیار ومحبت، آپسی احترام، آپسی فکرمندی اور خیر خواہی کے جذبات کے متعلق جو کچھ فرمایا، انہوں نے بغیر کسی لیت ولعل کے من وعن ویسے ہی عمل کیا اور

قیامت کی صبح تک تمام انسانیت کے لیے عملی نمونہ بن گئے۔

یہ تحریر ایک تحریر نہیں، بلکہ ایک آئینہ ہے جو آج کل کے مسلمانوں کے سامنے رکھا جارہا ہے کہ کیسے مشکل حالات میں مل جل کر مقابلہ کیا جاتا ہے، کیسے اپنے فطرتی اختلافات کو اپنی قوت بنایا جاتا ہے، کیسے متحد ہوکر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے، کیسے دینِ اسلام کی سربلندی کو مقصدِ حیات بنا کر دنیا میں غلبہ حاصل کیا جاتا ہے، کیسے ایک دوسرے کا احترام کیا جاتا ہے، کیسے ایک ایسا اسلامی اور فلاحی معاشرہ قائم کیا جاتا ہے کہ قیامت کی صبح تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

آج کل لوگ ان قدسی صفات جماعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر پھوٹ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی روزی روٹی کما رہے ہیں، درحقیقت وہ جانے انجانے میں اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے درپے ہیں، اگر ہم ان لوگوں کی بات پر کان دھرنے لگیں تو خود سوچیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان مقدس شخصیات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روگردانی کی ہو، روگردانی تو ایک طرف انہوں نے تو احکامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرنا گوارا نہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: چل پڑو تو یہ چل پڑے، کسی نے ایک سیکنڈ کی مہلت نہیں مانگی، تو بھلا جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسی تعلقات کے متعلق باقاعدہ تعلیم دی، بلکہ عملی مشقیں بھی کروائی ہوں اور جنہیں آنے والی تمام انسانیت کے لیے نمونہ بنانا ہو وہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احکامات سے روگردانی کر سکتے ہیں؟ جن کا جینا، مرنا، اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، معاملات، معاشرت اور زندگی کا ہر ہر لمحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہو، وہ کیسے باہمی اُلفت و محبت کو ترک کر سکتے ہیں؟

آئیں! میں آپ کو ان کے آپسی تعلقات اور آپسی احترام واحساس کے رشتے کو مستند حوالے سے دکھاتا ہوں:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو احتراماً اپنی سواریوں سے اُتر پڑتے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کروایا کرتے تھے۔

طبقات ابنِ سعد میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کی قسم! جس دن آپ اسلام لائے، آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا کہ وہ اسلام لاتے، کیوں کہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔'' (البدایہ والنہایہ، ج:۲،ص:۸۹۲)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے کو جوڑنا میرے نزدیک میری رشتہ داری کو جوڑنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح البخاری، باب مناقب قرابۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ابن عبد البرؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے: ''قرآن کے بہترین ترجمان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، اور جب وہ سامنے آتے تو فرماتے: ادھیڑ عمروں کا نوجوان آ گیا، سوال کرنے والی زبان اور عقل مند دل آ گیا۔'' (الاستیعاب لابن عبد البر: ۱۴۴۷)

علامہ ابن عبد البرؒ نے ''الاستیعاب'' ص: ۱۱۰۸ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں پوچھنے کے لیے خط لکھتے، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو فرمایا: ''ابن ابو طالب کی موت سے فقہ اور علم چلا گیا۔'' (آلِ رسول اور اصحابِ رسول، ص: ۴۷)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ادوار میں مجلسِ شوریٰ کے اہم رکن، مجلسِ حربیہ کے مشیر رہے، قانون سازی میں بڑا عمل دخل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ: ''اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب علیل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ان کی خدمت کی اور رحلت کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا کو غسل بھی انہوں نے ہی دیا اور جنازہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر پڑھایا، دیکھیں! کیسا اتفاق ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شادی کے لیے ترغیب بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دی اور اس شادی میں گواہ بھی بنے، شادی کے انتظامات میں شرکت بھی کی، سبحان اللہ۔

''کنز العمال'' میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پتا چلا کہ کچھ لوگ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں تو آپؓ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس نے دانے اور گٹھلی کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا! ان دونوں سے وہی محبت کرے گا جو فاضل مومن ہوگا اور ان دونوں سے وہی بغض وعداوت رکھے گا جو بدبخت ہوگا، کیونکہ ان دونوں کی محبت تقربِ الٰہی کا سبب ہے اور ان سے بغض رکھنا دین سے خارج ہونے کی علامت، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں اور دو وزیروں اور دو ساتھیوں اور قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو باپوں کو نازیبا

الفاظ سے یاد کرتے ہیں، میں انہیں اس پر سزا دوں گا۔'' (صحابہؓ واہل بیتؓ کے درمیان یگانگت اور محبتیں، ص:۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اقدس کے پاس کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ساتھ عطا کرے گا، کیونکہ میں نے بار ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا: ''میں تھا اور ابوبکر وعمر، میں نے یہ کہا اور ابوبکر وعمر نے، میں چلا اور ابوبکر وعمر، میں داخل ہوا اور ابوبکر وعمر، میں نکلا اور ابوبکر وعمر'' (رضی اللہ عنہم) میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری، باب المناقب۔ مسلم، کتاب الفضائل)

حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں طبقات ابن سعد، ج:۵، ص:۳۲۱ میں لکھا ہے کہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حسام صیرفی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوجعفر سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے گھر والوں میں سے ہر ایک کو ان دونوں سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (آلِ رسول اور اصحابِ رسول، ص:۳۷)

البدایہ والنہایہ، ج:۹، ص:۳۱۱ میں تحریر ہے کہ جابر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے محمد باقر بن علیؒ نے کہا: جابر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں بعض لوگ ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے ہیں، ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ میں نے ان کو اس کا حکم دیا ہے، میری طرف سے ان کو یہ بات پہنچا دو کہ میں اللہ کے یہاں ان سے بری ہوں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر مجھے ذمہ دار بنایا جائے تو میں ان کا خون کرکے اللہ کا تقرب حاصل کروں گا۔ اگر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا نہ کروں تو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش نہ ہو۔'' انہوں نے یہ بھی کہا کہ: ''جس نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت نہیں جانی وہ سنت سے ناواقف ہے۔'' (آلِ رسول اور اصحابِ رسول، ص:۳۸)

آپس میں رشتہ داریاں کرنا بھی ایک دوسرے سے محبت کا لازوال اور بہترین اظہار ہے اور یہی اظہار کئی نسلوں تک صحابہؓ اور اہلِ بیت عظام (رضی اللہ عنہم) کا جاری رہا، تاکہ آنے والی اُمت کو ان کے آپسی تعلق اور محبت کا علم ہو۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو بار پیدا کیا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۶، ص:۲۵۵)

اس قول کا سبب یہ نسب ہے: والد کی طرف سے جعفر الصادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰؓ اور والدہ کی طرف سے اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ اور والدہ ہی کی طرف سے ام فروہ بنت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔ (صحابہؓ واہل بیتؓ کے درمیان یگانگت اور محبتیں، ص:۱۷)

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بھابھی) کا نکاح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے آپ کا ایک بیٹا محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد انہی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''یہ ابوبکر کی پشت سے ہے، لیکن میرا بیٹا ہے۔'' انہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مصر کا گورنر بھی مقرر فرمایا تھا۔

(صحابہؓ واہل بیتؓ کے درمیان یگانگت اور محبتیں، ص:۱۷)

اسی طرح سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔ یہ رشتہ داری کا سلسلہ کئی نسلوں تک یونہی چلتا رہا، جیسے موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنی بن الحسن السبط بن علی المرتضیٰؓ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کی پڑپوتی ام سلمہ بنت محمد بن طلحہ بن عبداللہ سے نکاح فرمایا تھا۔

اسحاق بن عبداللہ بن علی بن الحسین بن علی المرتضیٰؓ نے کلثوم بنت اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ سے نکاح فرمایا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا زید بن عمر اور جناب زیدؒ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ: میں دو خلیفوں کا بیٹا ہوں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۳، ص:۵۰۲)

سیدنا حسین بن علی بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰؓ کا نکاح سیدہ جویریہ بنت خالد بن ابی بکر بن عبداللہ بن عمر فاروقؓ سے ہوا، یعنی سیدنا حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے پوتے کے پوتے کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے کی پوتی سے ہوا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان بن عثمان کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ام کلثومؒ سے ہوا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ کا نکاح سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی پوتی اور

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی بیٹی سکینہ سے ہوا، اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک اور پوتے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؒ کا نکاح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری بیٹی فاطمہ سے ہوا۔

محبت کا ایک انداز اپنی اولاد کا نام خلفائے ثلاثہؓ کے نام پر رکھنا بھی ہے، مثلاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کمالِ محبت سے اپنے تین بیٹوں کا نام خلفائے ثلاثہؓ کے نام پر رکھا: ابوبکر بن علیؒ، عمر بن علیؒ، عثمان بن علیؒ اور یہ تینوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے والدِ محترم کی طرح اپنے صاحبزادوں کے نام حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام پر ابوبکر بن حسنؒ اور عمر بن حسنؒ رکھا، اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک صاحبزادے کا نام عمر بن حسین بن علیؒ رکھا۔ سیدنا علی بن حسینؒ زین العابدین نے بھی اپنے نورِ چشم کا نام سیدنا عمر بن علی بن حسینؒ اور بیٹی کا نام عائشہ بنت علی بن حسین بن علیؒ رکھا۔

سیدنا موسیٰ بن جعفر صادقؒ نے بھی اپنے بیٹے کا نام عمر اور بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔

(کشف الغمۃ، ج:۳،ص:۹۲۔ تاریخ یعقوبی، ج:۲،ص:۲۱۲)

یہ ذخیرۂ کتب سے چند واقعات آپ حضرات کے سامنے رکھے ہیں، ورنہ اس موضوع پر بے شمار کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے محبت و مودت کے واقعات موجود ہیں۔ یہ تحریر ایک دعوتِ فکر ہے ہر اس شخص کے لیے جو ان حضرات پر لکھنا اور پڑھنا چاہتا ہے کہ وہ اس موضوع کو مدِ نظر رکھ کر کتابوں کو کھنگالے تو بہت سے قیمتی موتی اس کے علمی دامن میں جگمگاتے نظر آئیں گے۔ یہ تحریر ایک سوال بھی ہے موجودہ زمانے کے لوگوں سے کہ وہ ان کے تعلقات کو چند ایک ایسے واقعات کے ترازو میں تولنے لگ جاتے ہیں جس ترازو میں کبھی صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کی نسلوں نے نہیں تولا، اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے تعلقات کو آج ہم دیکھ رہے ہیں، کیا اس طرح ان کی نسلوں نے بھی دیکھا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ لوگوں کی زندگیاں ہی اصل میں مشعلِ راہ اور کسوٹی ہیں، احکاماتِ الٰہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جس طرح انہوں نے عمل کرکے دکھایا اسی طرح کیا جائے گا تو بارگاہِ لم یزل میں مقبول ہوگا، ورنہ رد کردیا جائے گا۔ تو جو کسوٹی ہے، اگر اس میں سقم رہ گیا تو پھر پیچھے کیا بچے گا؟ سو ان کے تعلقات کو اپنے تعلقات اور احساسات کے زاویے سے دیکھنے کی بجائے اپنے خیالات کو ان کے تعلقات پر ڈھالنا ہی میانہ روی، اعتدال اور راہِ حق کہلائے گا، جزاك الله خیرا.

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

علامہ ابن امیر حاج ؒ اور ان کی علمی خدمات

مولانا عصمت اللہ نظامانی
متعلم تخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

علامہ ابن امیر حاج رحمۃ اللہ علیہ ان جلیل القدر ہستیوں میں سے ایک ہیں، جن کی تصانیف اہلِ علم میں کافی مقبول ہیں اور انہیں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، تحقیق کا کام کرنے والوں کو ان سے استغناء نہیں ہوسکتا، خصوصاً فقہ واصول فقہ میں انہوں نے ایسا گراں قدر کام کیا ہے کہ جس کا صحیح اندازہ انہی حضرات کو ہوسکتا ہے جنہیں ان علوم کے ساتھ گہرا شغف ہو۔ ان کی کتب ''مصادر و مآخذ'' کی حیثیت رکھتی ہیں، اور بعد میں آنے والے حضرات نے ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے، بلکہ فقہ، اصولِ فقہ اور فتاویٰ پر لکھی گئی شاید ہی کوئی مستند کتاب ایسی ہو جس میں ان کی مؤلفات کا حوالہ موجود نہ ہو۔ ان میں سے زیادہ مشہور اصولِ فقہ میں ''التقریر والتحبیر'' اور فقہ میں ''حلبة المجلي'' ہے۔

لیکن جہاں تک علامہ ابنِ امیر حاج ؒ کی ذات کا تعلق ہے تو وہ بھی ان بہت سے فقہاء واہلِ اصول کی طرح ہے جن کے ساتھ پچھلوں نے انصاف نہیں کیا، انہیں یکسر فراموش کردیا، نہ ان کی حیات واحوالِ زندگی پر کوئی کتاب لکھی گئی، اور نہ ان کے علمی کارنامے یکجا محفوظ کرکے لوگوں میں اُجاگر کیے گئے۔

علامہ ابن امیر حاج ؒ دیگر اکابرین کی طرح نہایت متواضع اور شہرت وناموری سے دور رہنے والے تھے، لیکن اصاغر کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے اکابرین کی مساعیِ جمیلہ، علمی خدمات اور اعمالِ صالحہ کا تذکرہ کرنے سے کترائیں، اور ان کی تحصیلِ علم، اس کی اشاعت اور دینِ حق کی سربلندی کے لیے کی گئی جد وجہد اور خدمات پر پڑے گمنامی کے پردے چاک کرنے کے بجائے ان سے بے اعتنائی کریں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان اکابرین کا ہم پر حق ہے کہ ہم امت کے سامنے ان کے تذکرے، حالاتِ زندگی، اور بالخصوص ان کا علمی مقام ومرتبہ، علم کے حصول اور اس کی نشر واشاعت کے سلسلے میں ان کا طرز

وطریقہ درست انداز میں پیش کریں، تاکہ بعد میں آنے والے ان سے استفادہ کرسکیں۔ ذیل میں انہی اکابرین میں ایک جلیل القدر ہستی علامہ ابن امیر حاجؒ اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

نام ونسب اور ولادت

ان کا مکمل نام ''ابوعبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن حسن الحلبي'' ہے، ان کے دادا کی طرف نسبت کر کے انہیں ''ابن امیر حاج'' کا لقب دیا گیا، اسی طرح ''ابن الموقت'' کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔ ان کی ولادت ۱۸ ربیع الاول سن ۸۲۵ھ بمقام حلب ہوئی۔ (۱)

ابتدائی تعلیم

ان کی ابتدائی تعلیم اپنے شہر ''حلب'' میں ہوئی، چنانچہ حفظِ قرآن اپنے علاقے کے ایک شیخ ابراہیم الکفر ناوی کے پاس کیا۔ أربعین للنووي، المختار، تصریف الجرجاني، اور صرف ونحو وغیرہ کی دیگر کتابیں اپنے شہر کے مشائخ کے پاس ہی پڑھیں۔ (۲)

تحصیلِ علم کے لیے سفر

علامہ ابن امیر حاجؒ چونکہ ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے، وقت کے بڑے علماء میں ان کے والد اور دادا کا شمار ہوتا تھا، اس لیے ایک تو علمی ماحول، اور دوسرا ان کا اپنا شوق، لہٰذا جلد ہی انہوں نے ابتدائی تعلیم مکمل کر لی، اور پھر اپنے عہد کے بڑے فقہاء ومحدثین، اور علم میں رسوخ وپختگی رکھنے والے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادے کی غرض سے عازمِ سفر ہوئے، چنانچہ حلب سے ''حماۃ'' کا سفر کیا، اور وہاں کے مشائخ سے علم حاصل کیا، پھر قاہرہ تشریف لے گئے، اسی طرح انہوں نے حرمین شریفین اور بیت المقدس کا سفر بھی کیا۔ (۳)

حافظ ابن حجرؒ سے تلمّذ

علامہ ابن امیر حاجؒ نے اپنے وقت کے راسخین فی العلم اور چوٹی کے علماء سے استفادہ کیا، چنانچہ قاہرہ جا کر حافظ ابن حجرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے، ان سے احادیث کا سماع کیا، اور علامہ عراقیؒ کے اصولِ حدیث میں ''الفیۃ'' نامی منظوم رسالے کی شرح، اسی طرح اور بھی بعض کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ (۴)

علامہ ابن الہمامؒ سے تعلق

علامہ ابن امیر حاجؒ نے اپنے استاذ ابن الہمامؒ سے کافی استفادہ کیا تھا، ان سے فقہ واصولِ فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور صرف شاگردی اختیار نہیں کی تھی، بلکہ استاذ وشاگرد کے درمیان گہرا تعلق اور قلبی لگاؤ تھا، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ علامہ ابن امیر حاجؒ اپنے استاذ علامہ ابن الہمامؒ کا جب تذکرہ کرتے تو ان کی تعریف، اوصاف والقابات کی ایک طویل فہرست ذکر کرتے تھے، نیز ان کی زیارت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے تھے، چنانچہ علامہ ابن الہمامؒ کی طرف جانے کے سلسلے میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''فطار العبد إليه بجناحين.''(۵)

''یعنی بندہ اُڑ کر ان کے پاس جا پہنچا۔''

اسی طرح علامہ ابن الہمامؒ کو بھی اپنے شاگرد کی علمی قابلیت پر اعتبار، بلکہ اعتراف تھا، چنانچہ انہوں نے علامہ ابن امیر حاجؒ کو اپنی کتاب ''التحریر'' کی شرح کرنے کی طرف متعدد بار توجہ دلائی، جیسا کہ انہوں نے اپنی شرح ''التقریر والتحبیر'' کے مقدمہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔(۶)

علامہ ابن الہمامؒ کا ''فتح القدیر'' میں ابن امیر حاجؒ کا تذکرہ کرنا

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ علامہ ابن الہمامؒ نے اپنی شرح ''فتح القدیر'' میں ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے بطورِ مثال اپنے شاگرد ابن امیر حاجؒ کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''لو قال أنت ابن فلان: يعني جده هو صادق، لأنه قد ينسب إلى الجد مجازا متعارفا وفي بعض أصحابنا ابن أمير الحاج وأمير الحاج جده.''(۷)

یعنی اگر کسی آدمی نے دوسرے شخص کو اس کے دادا کی طرف نسبت کرکے یہ کہا کہ: ''تم فلاں کے بیٹے ہو'' تو وہ سچا ہوگا، (اور یہ تہمت نہیں ہوگی) کیونکہ دادے کی طرف پوتے کو منسوب کرنا مجازِ متعارف ہے، اور ہمارے ایک ساتھی ''ابن امیر حاج'' ہیں، (یعنی امیر حاج کا بیٹا) حالانکہ امیر حاج اس کا دادا ہے، والد نہیں۔

رفیقِ درس علامہ سخاویؒ سے استفادہ وافادہ

حضرات محدثین اور دیگر اہلِ علم نے آدابِ طالب علم میں یہ بات لکھی ہے کہ:

''لا يستنكف عن التعلم ممن هو دونه في سنٍ.''(۸)

یعنی ''طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے سے کم عمر سے بھی علم حاصل کرنے میں شرم وعار محسوس نہ کرے۔''

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ علم میں اس وقت تک پختگی اور کمال حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے

سے بڑے، ہم عمر اور چھوٹے، یعنی ہر صاحبِ علم (خواہ چھوٹا ہو یا بڑا) سے علم نہ حاصل کرے۔ (۹)

اور علامہ ابن امیرؒ بھی ایسے ہی حقیقی طالب علموں میں سے تھے، چنانچہ انہوں اپنے ساتھی اور رفیقِ درس علامہ سخاویؒ سے استفادہ کیا، اور بعض کتب ان سے پڑھیں، حالانکہ وہ ان سے چند سال چھوٹے تھے۔ اسی طرح علامہ سخاویؒ نے بھی علامہ ابن امیر حاجؒ سے استفادہ کیا ہے، چنانچہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

''وقد سمعت أبحاثه وفوائده وسمع مني بعض القول البديع وتناوله مني.'' (۱۰)

اساتذہ وشیوخ

علامہ ابن امیر حاجؒ کے متعدد اساتذہ وشیوخ میں سے بعض کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱- حافظ ابن حجرؒ: ابو الفضل احمد بن علی عسقلانی (متوفی: ۸۵۲ھ)۔ ۲- علامہ ابن الہمامؒ: کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی (متوفی: ۸۶۱ھ)۔ ۳- ابن خطیبؒ: علاء الدین علی بن محمد طائی (متوفی: ۸۴۵ھ)۔ ۴-شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن الرسام حلبیؒ (متوفی: ۸۴۴ھ)

تصانیف وتالیفات

علامہ ابن امیر حاجؒ نے متعدد علوم مثلاً: تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ میں بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں، جن میں سے بعض کے نام ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں: (۱۱)

۱: ذخيرة القصر في تفسير سورة العصر

۲: التقرير والتحبير، جو کہ علام ابن لہامؒ کی اصولِ فقہ میں لکھی کتاب ''التحریر'' کی شرح ہے، اور اپنے موضوع میں بے مثال کتاب ہے۔

۳: حلبة المجلي وبغية المهتدي في شرح منية المصلي وغنية المبتدي، فقہ کی ایک شاندار کتاب ہے۔

۴: شرح المختار، علامہ ابن مودود موصلی کی کتاب کی شرح ہے۔

۵: داعي منار البيان لجامع النسكين بالقرآن

۶: منية الناسك في خلاصة المناسك

۷: أحاسن الحوامل في شرح العوامل

اہلِ علم کی آپ سے متعلق آراء

بہت سے حضرات نے آپ کی علمی قابلیت اور مہارت کی گواہی دی ہے، اور آپ کو بلند اوصاف

اور عمدہ القاب سے نوازا ہے۔

۱: ابن العماد حنبلیؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''كان إمامًا عالمًا علامةً مصنفًا صنف التصانيفَ الفاخرةَ الشهيرةَ وأخذ عنه الأكابرُ وافتخروا بالانتساب إليه.''(۱۲)

یعنی ''وہ امام، عالم، علامہ اور مصنف تھے، متعدد مشہور اور گراں قدر کتب تصنیف کیں، حضرات اکابرین نے ان سے علم حاصل کیا، اور ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا باعثِ فخر سمجھا۔''

۲: علامہ سخاویؒ تحریر کرتے ہیں:

''وكان فاضلًا مفننًا دينًا قويَ النفس محبًا في الرياسة والفخر.''(۱۳)

۳: اسی طرح متعدد حضرات نے آپ کو مفسّر، فقیہ، اصولی وغیرہ جیسے بلند مرتبہ اوصاف سے نوازا ہے۔(۱۴)

مخالفین کی طرف سے تکالیف

علامہ ابن امیر حاجؒ ایک سچے، کھرے اور حق گو عالمِ دین تھے، دینِ حق یا علمی کاموں میں چشم پوشی اور مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے، لیکن اس کے لیے اشتعال آمیز طریقہ نہیں اپناتے، بلکہ عمدہ اسلوب سے تنقید کرتے اور اپنا مافی الضمیر بیان کرتے تھے، چنانچہ جب اپنے استاذ علامہ ابن الہمامؒ کی شرح ''فتح القدير'' پر کچھ اشکالات پیش آئے تو آپ نے ان کی خدمت میں وہ اعتراضات تحریری طور پر پیش کیے۔(۱۵)

لیکن نقد وتنقید میں ایسی احتیاط کے باوجود مخالفین ان کو ایذاء وتکلیف دینے سے باز نہیں آئے، چنانچہ جب انہوں نے مکہ مکرمہ جاکر درس وتدریس اور افتاء کا کام شروع کیا تو مخالفین نے ان کو تکالیف پہنچاکر وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا، پھر جب آپ وہاں سے بیت المقدس تشریف لائے تو تقریباً دو ماہ ہی ٹھہر پائے تھے کہ پھر مخالفت شروع ہوگئی اور آپ کو واپس اپنے وطن آنا پڑا۔(۱۶)

انتقال پُرملال

علامہ ابن امیر حاجؒ تقریباً دو ماہ بیمار رہے، اور رجب المرجب سن ۸۷۹ھ جمعہ کی رات کو آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، اور بہت بڑی تعداد نے جنازے میں شرکت کی، نیز آپ کی وفات سے چالیس دن پہلے آپ کی زوجہ کا انتقال ہوا، رحمهما الله وإيّانا.(۱۷)

حواشی وحوالہ جات

١: الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوي، (٢١٠/ ٩)، الناشر: دار الجيل، بيروت

٢: المصدر السابق

٣: معجم المفسرين، عادل نو يهض، (٦٢١/ ٢)، الناشر: مؤسسة نو يهض الثقافية. بيروت، ط: ١٤٠٩هـ-١٩٨٨ء

٤: الفوائد البهية في تراجم الحنفية للكنوي، (ص:٢٤٣)، الناشر: دار السعادة، ط: ١٣٢٤هـ- والضوء اللامع للسخاوي، (٢١٠/ ٩)

٥: التقرير والتحبير لابن أمير حاج، (٨/ ١)، الناشر: دار الكتب العلمية. بيروت، ط: ١٤١٩هـ- ١٩٩٩ء

٦: المصدر السابق

٧: فتح القدير لابن الهمام، (٣٢١/ ٥)، الناشر: دار الفكر، بيروت

٨: النكت الوفية بما في شرح الألفية للبقاعي، (٣٧٠/ ٢)، الناشر:مكتبة الرشد ناشرون، ط: ١٤٢٨هـ-٢٠٠٧ء

٩: تدريب الراوي للسيوطي، (٥٩٢/ ٢)، الناشر: دار طيبة

١٠: الضوء اللامع للسخاوي، (٢١٠/ ٩)

١١: هدية العارفين، إسماعيل بن محمد أمين البغدادي، (٢٠٨/ ٢)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت

١٢: شذرات الذهب لابن العماد الحنبلي، (٣٢٧/ ٧)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت

١٣: الضوء اللامع للسخاوي، (٢١٠/ ٩)

١٤: معجم المؤلفين، عمر رضا كحالة، (٢٧٤/ ١١)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت والأعلام للزركلي، (٤٩/ ٧)، الناشر:دار العلم للملايين، ط:٢٠٠٢ء

١٥: البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوكاني، (٢٥٤/ ٢)، الناشر: دار المعرفة، بيروت

١٦: الضوء اللامع للسخاوي، (٢١١/ ٩)

١٧: المصدر السابق

عربی زبان سیکھنے کے اہم اصول وضوابط

مولانا ارشاد احمد سالارزئی
استاذِ جامعہ

(دوسری اور آخری قسط)

چوتھی ہدایت: املا اور تصحیحِ الفاظ کی اہمیت

کسی بھی زبان کو صحیح طور پر سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُس زبان کے الفاظ کو اس کے معروف اصولوں کے موافق لکھا جائے۔ عربی زبان میں املا کی بڑی اہمیت ہے، اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو لفظ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ بعض دفعہ یہ سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے کہ لفظ کس معنی میں مستعمل ہے؟ یعنی کاتب ایک لفظ کو اس کے املا کے برخلاف لکھ کر قاری کو ایک طرح کی اُلجھن میں ڈال دیتا ہے، بلکہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اسے اس لفظ کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ پڑھ لے جو لکھنے والے کے ہاں مقصود نہیں ہوتا، اور یہ صورت حال اس وقت زیادہ پیش آسکتی ہے جب قاری قواعدِ املا اور رموزِ املا کا عادی ہو اور ان کے بغیر کسی لفظ کے صحیح نقوش کا جوڑ اس کے ذہن میں نہ بیٹھتا ہو۔ املا، رموزِ املا اور علاماتِ ترقیم کا استعمال اِس وقت دنیا کی تمام قابلِ ذکر زبانوں میں بڑی پابندی کے ساتھ ہونے لگا ہے۔ قدیم زمانے میں رموزِ املا کی طرف زیادہ توجہ نہیں تھی، لیکن قواعد اور الفاظ کی صحیح کتابت کی تو ہر زمانے میں سخت پابندی کی جاتی رہی ہے۔

اہلِ لغت کی موجودہ املا اور املائے قرآنی میں فرق

اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کو ایک خاص سعادت بخشی ہے کہ اُس نے اپنی آخری اور دائمی کتاب عربی میں نازل کرکے اس زبان کی عظمت پر مہر لگادی اور قرآن پاک کی حفاظت کے ذیل میں عربی زبان کی حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے، مسلمانوں نے نزولِ قرآن کے زمانہ سے لے کر اب تک قرآن مجید کے املا کی بھی حفاظت کی ہے، اور اس سے انحراف بالکل گوارا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان کا املا بطورِ خاص قابلِ لحاظ ہے، لہٰذا عربی کو جس طرح چاہیں لکھنا اور اس کے جس لفظ کی جو چاہیں من مانی صورت اختیار کرنا بہت ہی

ناپسندیدہ فعل ہے، جس سے اس زبان کا کلچر اور اس میں نازل شدہ کتاب انکار کرتی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ جان لیجیے کہ علماء کرام نے قرآن پاک کے املا کو قرآن کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں ان کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ اپنی عربی زبان کو بہت سی جگہوں میں قرآنی املا سے مختلف لکھتے رہے ہیں، تاکہ عام قاری کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو؛ چنانچہ لفظ جس طرح پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھنے کی کوشش کی جائے، اس پر وہ کاربند رہے ہیں، مثلاً: قرآن کریم میں ''الصَّلٰوۃ'' واو پر کھڑے زبر کے ساتھ لکھا جائے گا، کیونکہ وحی لکھنے والوں نے اس لفظ کا املا اسی طرح کیا تھا؛ لیکن قرآن کے علاوہ ہماری عربی میں یہ لفظ الف کے ساتھ ''الصلاۃ'' لکھا جائے گا؛ اس لیے کہ پڑھنے میں الف سے ہی پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح ''کِتٰب'' کی لکھائی قرآن پاک میں ''ت'' پر کھڑے زبر کے ساتھ ہے، جب کہ ہم لوگ اپنی عربی میں اسے ''کتاب'' الف کے ساتھ لکھیں گے۔ اسی طرح ''النَّفّٰثٰت'' قرآن پاک میں ''ف'' اور ''ث'' پر کھڑے زبر کے ساتھ ہے، لیکن چونکہ یہ دونوں کھڑے زبر الف ہیں، اس لیے ہم لوگ اپنی زبان میں ''النفّاثات'' دونوں حرفوں کے بعد الف لگا کر لکھیں گے۔ اور ''الَّیۡل'' قرآن پاک میں ایک ''لام'' کے ساتھ ہے، لیکن موجودہ عربی رسم الخط میں دو لاموں کے ساتھ ''اللَّیْل'' لکھا جاتا ہے، اس کے بغیر املا غلط سمجھا جائے گا۔

پانچویں ہدایت: تلفظ کی درستگی اور صحتِ اداء

کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے بالخصوص عربی زبان سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جو لفظ جس طرح زبان سے ادا ہونا چاہیے، اسی طرح ادا کیا جائے۔ عربی زبان میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ تلفظ کی صحت کی پابندی کی جائے؛ کیونکہ اس زبان کا یہ امتیاز ہے کہ اس کے بولنے والے فطرتی طور پر تلفظ کی صحت و ادا کے عادی ہوتے ہیں۔ اور قرآن پاک کو صحتِ ادا کے ساتھ پڑھنے اور تلاوت کرنے کے لیے تو علماء نے اتنی ساری کتابیں لکھی ہیں، حتیٰ کہ ان سے قدیم زمانے میں ہی ایک زبردست کتب خانہ تیار ہو چکا ہے۔ علمِ تجوید و قراءت پر بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ہیں اور قرآن پاک کے ایک ایک لفظ، بلکہ ہر ہر حرف کو درست طریقہ پر ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی کسی زبان کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ وحروف کی ادائیگی کی حد بندی کی گئی ہو، اس کے مخارج اور آواز کے سلسلے میں اس درجہ دقتِ نظر و عملی تطبیق سے کام لیا گیا ہو، اس کے حروف والفاظ کے ادا کرنے کی مدت، مقدار اور معیار کا تعین کیا گیا ہو۔

اس صورت حال کے پیشِ نظر اگر ہم ''ض''، ''ذ''، ''ز''، ''ظ'' وغیرہ کے فرق کا خیال نہ رکھیں، ''ق'' اور ''ک'' کا امتیاز ختم کردیں، ''س'' اور ''ش'' کے درمیان حدوں کو پھلانگ دیں؛ ''س''، ''ص''، ''ث''، ''ت''،

''ط''، ''ع'' کی مختلف شکلوں کو غیر ضروری سمجھ کر ان کے مخارج ایک کر دیں اور سرکاری اسکولوں کے ماسٹروں کی طرح ایک لفظ کو دوسرے کے مخرج سے ادا کرنے میں کوئی باک محسوس نہ کریں، بلکہ عربی کو اردو میں پڑھیں؛ تو یہ بڑے ظلم کی بات ہوگی اور ہمارا رویہ نہایت غیر ذمہ دارانہ سمجھا جائے گا۔

چھٹی ہدایت: حسنِ تحریر

خط اور لکھائی صاف بنانے کے سلسلے میں بھی ہمارے ہاں غفلت عام ہو رہی ہے۔ اگر آپ خطاط نہ بن سکیں نہ بنیں، کیونکہ یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں، لیکن اتنا اہتمام تو ہر کاتب کے لیے ضروری ہے کہ وہ جو کچھ لکھے وہ پڑھا جا سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لکھے کچھ اور اس کی بدخطی کی وجہ سے اسے کچھ اور پڑھا جائے۔

پرانے علماء اور اہلِ قلم کی تحریر نہایت پاکیزہ اور پرکشش ہوتی تھی۔ ایک قاری کو خواہ مخواہ بھی اسے پڑھنے کا شوق ہوتا تھا اور جب پڑھتا تھا تو اسے فائدہ بھی ہوتا تھا۔ اب تو زمانہ ترقی کر چکا ہے، لوگ زیادہ تر لیپ ٹاپ اور موبائل وغیرہ سے ہی تحریر کا کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی بدخطی میں اضافہ ہو چکا ہے، چاہے مضمون نگاری ہو یا خطوط نویسی وغیرہ سب کچھ جدید آلات سے لکھا جانے لگا ہے، لیکن اس کے باوجود ہاتھ سے لکھنے کی ضرورت بالکل ختم نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ ہر وقت اور ہر جگہ لیپ ٹاپ وغیرہ کا پایا جانا انتہائی ترقی کے دور میں بھی مشکل ہوگا۔

بہرحال! خط اور لکھائی کی خوبصورتی زبان و ادب کا ایک اہم حصہ ہے؛ اس لیے اس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا اور نہ کرنا چاہیے۔ کسی عربی شاعر نے راہِ ادب کے مسافر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے:

تعلَّم قِوَامَ الخَطِّ يا ذا التأدُّب ... فما الخطُّ إلا زينةَ المتأدِّب
فإن كنتَ ذَا مالٍ فحَظُّك وَافِرٌ ... وإن كنتَ محتاجًا فأفضل مَكْسَبِ

ترجمہ: ''درست خط اور تحریر سیکھتے رہو اے ادب کے طلب گار! کیونکہ تحریر طالبِ ادب کی زینت ہے، اگر تو مالدار ہے تو یہ تمہارے لیے بڑا حصہ ہے، اور اگر تو ضرورت مند ہے تو یہ بہترین کمائی ہے۔

ساتویں ہدایت: عبارت کی درستگی اور روانگی

عبارت کو نحو و صرف کے قواعد کی رو سے پڑھنے اور لکھنے کی مہارت پیدا کرنا بہت اہم مسئلہ ہے، جس میں طلبہ روز بروز کمزوری اور غفلت کا شکار ہو رہے ہیں، درجہ اولیٰ کے شروع سے ہی طالب علم کو عبارت خوانی اور اس کی تصحیح کی محنت کرنی چاہیے؛ کیونکہ عبارت کی کمزوری انسان کو کئی چیزوں میں پیچھے چھوڑ دیتی ہے اور پھر دورہ حدیث اور اس سے فراغت کے بعد بھی آدمی جب تک اس کمزوری کو ختم نہ کرے قرآن و حدیث اور اس کے

علوم کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ پہلے زمانے میں اساتذہ کرام یہ کہا کرتے تھے کہ درجہ ثانیہ پڑھنے کے بعد صرفی ونحوی غلطی ایک ناقابلِ معافی جرم ہے، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ جرم اتنا عام ہو چکا ہے کہ بہت کم ہی کوئی اس سے بچتا ہے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے نحو میر یا علم النحو کے طریقۂ تدریس کے ذیل میں تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے، جس کا ایک اقتباس ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

''اساتذہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ علومِ اسلامیہ کی تحصیل کے لیے ٹھیک ٹھیک فہم، اس کا مکمل اجراء اور اس کے قواعد کا صحیح استعمال ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا نحو کی تعلیم پر آنے والے ہر علم وفن کی تحصیل موقوف ہے۔ اگر یہ بنیاد کمزور رہ جائے تو دورہ حدیث تک کی پوری تعلیم کمزور، بے اثر اور بے ثبات ہو جاتی ہے، اس لیے نحو کے استعمال کی ذمہ داری بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے لیے مندرجہ ذیل اُمور کی رعایت ناگزیر اور لازمی ہے۔

۱: نحو کی تعلیم میں اصل مقصد کتاب کی عبارت یاد کرانا نہیں، بلکہ اس میں بیان کردہ قواعد ومسائل کا طالب علم کو اس طرح ذہن نشین کرانا ہے کہ متعلقہ موقع پر طالب علم کو وہ قاعدہ یا مسئلہ یاد آجائے۔

۲: زیرِ درس کتاب میں عموماً کسی اصطلاح یا قاعدے کی تشریح کے لیے صرف ایک مثال پر اکتفا کیا گیا ہوتا ہے، لیکن استاذ کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ ہر اصطلاح اور قاعدے کی تشریح کے لیے طلبہ کے سامنے از خود بہت سی مثالیں بیان کرے اور بہتر یہ ہے کہ یہ مثالیں عام گفتگو کے علاوہ قرآن کریم سے بھی اخذ کی جائیں، تاکہ قرآن کریم سے مناسبت پیدا ہوتی جائے۔ اس غرض کے لیے استاذ کو چاہیے کہ ''مفتاح القرآن'' کو مستقل مطالعہ میں رکھے۔

۳: خود بہت سی مثالیں دینے کے بعد طلبہ سے مثالیں بنوانا اور مختلف مثالیں بول کر طلبہ سے ان کے بارے میں سوال کرنا ضروری ہے۔ یہ کام زبانی بھی ہونا چاہیے اور تحریری بھی۔

۴: طالب علم جب بھی کوئی غلط جملہ بولے یا غلط پڑھے، اس کو فوراً ٹوک کر جملہ درست کرایا جائے، عام طور سے طلبہ میں مضاف پر الف لام داخل کرنے، موصوف صفت اور مبتدا خبر میں مطابقت نہ کرنے وغیرہ کی غلطیاں شروع سے جڑ پکڑ جاتی ہیں، ان غلطیوں کو کسی بھی قیمت پر گوارا نہ کیا جائے، بلکہ طالب علم سے اصلاح کرائی جائے، تاکہ شروع ہی میں ان غلطیوں سے احتراز کی عادت پڑ جائے۔

۵: طلبہ کو ہر روز یا کم از کم تیسرے دن کوئی نہ کوئی مشق ضرور دی جائے، اور مشقوں کا طریقہ وضع کرنے کے لیے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''عربی کا معلم''، ''معلم الإنشاء'' اور ''النحو الواضح

للابتدائیۃ'' کو اپنے مطالعے میں رکھے، اور جو بحث پڑھائی گئی ہے، اس کے متعلق ان کتابوں میں دی گئی مشقوں میں سے طلبہ کی ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے مشقیں منتخب کر کے طلبہ کو ان کے تحریری جواب کا پابند بنائے۔ (درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ ص:۱۱ تا ۱۴)

عبارت کی غلطیاں کیسے ختم کی جائیں؟

عبارت کو درست کرنے اور اسے صرفی نحوی غلطیوں سے پاک کرنے کے لیے اساتذہ کے ہاں مختلف طریقے رائج ہیں، ہر استاذ کا الگ اسلوب اور طریقہ کار ہے، یہاں ہم تین باتیں لکھتے ہیں، جنہیں اختیار کرنے سے عبارت میں فائدہ ہوگا، ان شاء اللہ۔

پہلی بات: شروع سے ہی صرف ونحو کو دقتِ نظر سے پڑھا اور پڑھایا جائے، اُنھیں زبانی اچھی طرح سمجھ کر یاد کرایا جائے، پھر ہر قاعدے کی عبارت میں عملی مشق کی جائے، جیسا کہ پچھلی سطور میں مفتی تقی صاحب کے حوالے سے تفصیلی بات ہوئی۔

دوسری بات: پڑھانے والے اساتذہ کرام صاحب دل اور شب زندہ ہوں، جس فن کو پڑھا رہے ہوں اس میں انتہائی درجہ کی مہارت رکھتے ہوں، اور وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر طلبہ میں عربیت کا ذوق اور اس کی محبت پیدا کرنے والے ہوں، پہلے زمانے میں اساتذہ طلبہ کے دلوں میں کتابِ الٰہی، حضور اکرم ﷺ اور اسلام کی قانونی زبان ہونے کے حوالے سے عربی زبان کی محبت اس درجہ جاگزیں کرتے تھے کہ اس کے قواعد کو یاد کرنے، اس کی صرف ونحو کو رٹنے، اس کو اپنے قلم سے لکھنے، اپنی زبان سے پڑھنے اور اس کو صحیح صحیح ادا کرنے میں ایسا روحانی لطف ملتا تھا، ایسی ذہنی لذت ملتی تھی کہ اس کی بنا پر اس سلسلے کی تمام مشقتیں شیریں اور ساری محنتیں آسان معلوم ہوتی تھیں۔

افسوس ہے کہ یہ صورت حال اب ختم ہوگئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ خدا کے بندوں کے ذہن میں عربی زبان کے حوالے سے یہی جذبات ہوں؛ لیکن تجربے نے بتایا کہ اب لوگ عربی زبان کو ذریعۂ معاش کے طور پر ہی حاصل کرتے ہیں؛ اس لیے اس کے حصول کی کوششیں اب کیف آور، لذت انگیز اور روح افزا نہیں رہیں۔

تیسری بات: طلبہ کا عربی عبارت سے جلد واقف ہونے میں اس بات کو بڑا دخل ہوتا ہے کہ اساتذہ طلبہ کو صرف عربی ہی میں کوئی حاشیہ یا شرح دیکھنے کی اجازت دیں؛ اور ابتدا میں تو اردو شرح دیکھنے پر مکمل پابندی عائد کردی جائے، تاکہ انہیں عربی عبارات زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور سمجھنے کی عادت بنتی رہے، حتیٰ کہ کمروں میں بھی کوئی طالب علم اردو شرح نہ دیکھ سکے؛ کیونکہ طالب علم کو اگر شروع سے ہی عربی عبارت کو اردو

شرح کی مدد سے سمجھنے کی عادت پڑ جائے تو پھر آگے جا کر کہیں بھی اردو ترجمہ کے بغیر کوئی بھی عبارت سمجھنے سے قاصر رہتا ہے، اساتذہ اپنے ذوق کے مطابق مختلف عربی کتابوں سے وقتاً فوقتاً عبارات پڑھواتے رہیں، تاکہ مشکل مشکل عبارات سے اُنسیت پیدا ہو سکے۔

آٹھویں ہدایت: لہجے کی درستگی اور پابندی

یہ بات ضروری ہے کہ کسی زبان کو ممکن حد تک اسی طرح بولا اور پڑھا جائے اور آواز کے اُتار چڑھاؤ میں اسی طرز کو اپنایا جائے جو اہلِ زبان کے نزدیک رائج ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ برِصغیر کا ایک باکمال مجود قاری بھی صحتِ اداوتلفظ اور تمام قراءات وغیرہ پر عبور رکھنے کے باوجود اپنے قومی لہجے کی جکڑ بندی یا عجمی رنگ سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکتا۔

اگر آپ اہلِ زبان نہیں ہیں تو آپ کو کچھ عرصے تک اس زبان کے لہجے کی تکلف آمیز طور پر نقل اُتارنے کی ضرورت ہوگی۔ اگر وہ زبان عربی ہے تو اس کے ساتھ محبت کے بہت سارے طاقت ور محرکات اور عوامل کی وجہ سے اس تکلف اور بناوٹ میں بھی آپ کو لطف آئے گا۔ آپ کا یہ احساس کہ حبیب خدا ﷺ کے وطن کے لوگ جس طرح بولتے ہیں، اسی طرح عربی بولنی چاہیے، وہ کسی لفظ کو دباتے ہیں تو دبانا چاہیے، چباتے ہیں تو چبانا چاہیے، کھینچتے ہیں تو کھینچنا چاہیے، عجلت سے ادا کرتے ہیں تو اسی عجلت کی نقل کرنی چاہیے، کسی لفظ کو کسی خاص انداز سے بولتے ہیں تو اسی انداز کی تقلید کرنی چاہیے، آپ کا یہ مبارک احساس آپ کو اُن کی طرح عربی بولنے پر آمادہ کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔

عربی لہجہ سیکھنے کا طریقہ

اصل میں عربی زبان کو عربی لہجے میں صحیح طور پر سیکھنے اور بولنے کے لیے تو عربوں سے اختلاط اور ان کے ساتھ ایک معتد بہ عرصہ گزارنا ضروری ہے، خصوصاً پڑھے لکھے عربوں کے درمیان؛ کیونکہ اس کے بغیر ان کے لہجے کی پیروی ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ برصغیر کے اندر عربی سیکھنے والوں کے لیے ناممکن ہے کہ عرب جا کر کچھ عرصہ عربوں سے اُن کی زبان، اُن کے لہجے میں سیکھنے کا موقع مل جائے۔

البتہ ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ پابندی سے عالمِ عربی کا ریڈیو سنا جائے؛ کیونکہ وہ خبریں، تقریریں اور شعری وادبی مضامین اکثر نشر کرتا ہے۔ خصوصاً آج کل عراق سے خبریں نشر کرنے والا رافدین اسٹیشن بہت اہم ہے اور اس کی زبان بڑی فصیح وبلیغ ہے، اسی طرح الجزائر کا ''الجزیرۃ'' نامی چینل بھی فصیح خبریں نشر کرتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے بھی کوئی اسٹیشن عربی پروگرامات نشر کرتا ہے۔

اس وقت عالم عربی میں ادب، شعر، بچوں کے ادب، فقہ، حدیث اور تمام نصابی کتابوں کی کیسٹیں اچھے لب و لہجے میں پڑھنے والوں سے پڑھوا کر منگوا لی گئی ہیں۔ عبدالرحمٰن رافت الباشا کی مشہور ترین ادبی کتاب ''صور من حیاۃ الصحابۃؓ'' کافی پہلے کیسٹ کی صورت میں آچکی ہے۔ نیز شعلہ بیان مقررین، سحر انگیز واعظین، ایمان افروز مفکرین اور علماء و مبلغین کی تقریریں، بیانات ومحاضرات بھی کیسٹوں میں عربی ممالک میں میسر ہیں، بلکہ ابھی تو چھپی ہوئی کتابوں کے مکتبوں کی طرح کیسٹوں کے ''المکتبات السمعیۃ'' یا ''المکتبات الصوتیۃ'' کے نام سے بڑے بڑے مکتبے قائم ہو چکے ہیں۔ عالم عربی میں سالہا سال سے طلبۂ مدارس وجامعات کو ان چیزوں سے مستفید ہونے کا موقع، اعلیٰ پیمانہ پر دستیاب ہے اور اس میں حالات وترقی کے ساتھ ساتھ مزید پیش قدمی ہو رہی ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے مدارس کے ذمہ داران، خصوصاً بڑے مدارس کے اربابِ حل وعقد ان چیزوں کو فراہم کریں، اپنی نگرانی میں باقاعدہ طور پر طلبہ عزیز کی اس سلسلے کی علمی وفکری پیاس بجھانے کا حوصلہ مندانہ اقدام کر کے مبارک باد کے مستحق بنیں۔

اس کے علاوہ ہمارے ملک پاکستان مملکتِ خداداد میں اس وقت عربی زبان کی تعلیم کی بڑی چہل پہل ہے، ہر جگہ اس کا انتظام واہتمام ہونے لگا ہے، اور بعض اربابِ مدارس تو مختلف عربی ممالک سے عرب اساتذہ بلا کر اُن سے عربی کی تدریس کی خدمت لے رہے ہیں، جن میں سرفہرست شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ فاروقیہ کراچی، اسی طرح مدرسہ ابن عباسؓ کراچی، جو گزشتہ کئی دہائیوں سے پاکستان کی نسلِ نو کو عربی زبان سکھانے اور ملک کے طول وعرض میں پھیلانے میں مصروفِ عمل ہے۔ اسی طرح کراچی کی سرزمین پر اُگنے والا درخت ثمر بار جامعہ بیت السلام بھی بطور خاص قابلِ ذکر ہے، جہاں عربی زبان کی خدمت ہو رہی ہے۔ دیگر بے شمار مدارس وجامعات ہیں جو عربی زبان اور لب ولہجہ کی تعلیم پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، مگر اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

آخری گزارش کے طور پر عرض ہے کہ جن حضرات کو عربی زبان ولہجہ مذکورہ بالا طریقہ سے سیکھنے کا موقع نہ ہو، اُنہیں ضرورت ہے کہ کم از کم وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑ کر دعوت واصلاح کی نیت سے وقت لگائیں؛ کیونکہ وہاں عالم عرب سے بے شمار علماء دعوتی سفر کی نیت سے تشریف لاتے ہیں، انہیں ترجمان اور رہبر کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور ان کے ساتھ رہنے والوں کو ان سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بارش اور سیلاب سے متاثرہ قبروں کی مرمت کا طریقہ

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ہماری اوکھائی میمن جماعت برادری کے اپنے قبرستان ہیں، جن میں حالیہ بارشوں میں بہت قبریں گر گئی ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ جن قبروں میں میت کی باقیات نہیں ہیں، ان کی تعمیر کا کیا طریقہ کار ہے؟ اور جن قبروں میں میت سلامت ہے، ان کا کیا طریقہ کار ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: عبدالواحد آدم کاٹھ

الجواب باسمه الرحمٰن

صورتِ مسئولہ میں بارش کے باعث جو قبریں بیٹھ گئی ہیں، ان کے بارے میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ قبر کا دوبارہ کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے، خواہ اس میں میت کی باقیات ہوں یا نہ ہوں۔

متاثرہ قبور کو صحیح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس قبر کی مٹی ہٹ گئی ہو اور اس قبر کا کچھ حصہ کھل گیا ہو تو اگر اس کھلے حصہ پر تختہ، سلیب، یا پتھر لگانا ممکن ہو تو ان چیزوں کے ذریعہ اس حصے کو بند کر کے اس پر مٹی ڈال دی جائے، اگر تختہ، سلیب یا پتھر لگانا ممکن نہ ہو تو اسے مٹی سے بھر دیا جائے۔

اور جو قبر کھلی نہ ہو صرف مٹی نیچے دب گئی ہو اس پر مزید مٹی ڈال کر قبر کو درست کر لیا جائے، آئندہ کے لیے قبروں کی حفاظت کی خاطر قبر کے اطراف میں اینٹیں رکھ کر مٹی کا لیپ کیا جا سکتا ہے۔

’’بدائع الصنائع‘‘ میں ہے:

’’ولو وضع لغير القبلة، فإن كان قبل إهالة التراب عليه، وقد سرحوا اللبن أزالوا ذلك؛ لأنه ليس بنبش، وإن أهيل عليه التراب ترك ذلك؛ لأن النبش

حرام.‘‘ (بدائع الصنائع، ج:۱،ص:۳۱۹، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

’’فتاویٰ قاضی خان‘‘ میں ہے:

’’ولایسع إخراج المیت من القبر بعد ما دفن إلا إذا كانت الأرض مغصوبة وأخذت بالشفعة وإن وقع في القبر متاع، فعلم بذٰلك بعد ماأهالوا عليه التراب ينبش.‘‘(فتاویٰ قاضی خان، ج:۱،ص:۱۹۵،علی ہامش الہندیۃ، ط: رشیدیہ)

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’(ولا یخرج منه) بعد إهالة التراب (إلا) لحق آدمي كـ(أن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة) (قوله إلا لحق آدمي) احتراز عن حق الله تعالٰى كما إذا دفن بلا غسل أو صلاة أو وضع على غير يمينه أو إلٰى غير القبلة، فإنهٗ لا ينبش عليه بعد إهالة التراب كما مر.‘‘ (فتاویٰ شامی، ج:۲،ص:۲۳۸، ط: سعید)

’’فتاویٰ ہندیہ‘‘ میں ہے:

’’وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها، كذا في التتارخانية، وهو الأصح وعليه الفتوى، كذا في جواهر الأخلاطي.‘‘(فتاویٰ ہندیہ، ج:۱،ص:۱۶۶، ط: رشیدیہ)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
ابوبکر سعید الرحمٰن

الجواب صحیح
محمد انعام الحق

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

کتبہ
عبدالحمید
دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

نقد و نظر

ادارہ

حقیقتِ ایمان (حصہ سوم)

تالیف: مولانا حافظ لیاقت علی شاہ نقشبندی غفوری۔ صفحات: ۱۲۴۰۔ قیمت: درج نہیں۔
ناشر: مکتبہ غفوریہ، نزد جامعہ اسلامیہ درویشیہ، بی بلاک، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی

اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا حافظ لیاقت علی شاہ صاحب کو کہ انہوں نے اپنی زندگی کا محور اور مقصد اُمتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت اور ان کو دولتِ ایمان کی قدر و قیمت سے روشناس کرانا بنا رکھا ہے۔ موصوف کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب ''حقیقتِ ایمان'' کا حصہ سوم ہے جو ۱۲۴۰ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے، اس سے پہلے اسی نام سے دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اس حصہ کے بابِ پنجم میں تذکرۂ ایمان بزبانِ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)، مقامِ نبوت، حدیثِ رسول تشریحِ قرآن ہے، حجیتِ حدیث، ایمان، اسلام اور احسان کیا ہے؟ حدیثِ جبریلؑ کی تشریح، اثباتِ عذابِ قبر و برزخ، احوالِ قیامت، ایمان کے شعبے، تقاضے اور بعض آثار وثمرات۔ بابِ ششم میں: فصلِ اول: ایمان میں خرابی ڈالنے والے اخلاق واعمال۔ فصلِ دوم: ظاہری گناہ۔ فصلِ سوم: باطنی گناہ۔ فصلِ چہارم: منافقانہ اعمال واخلاق۔ بابِ ہفتم میں: فصلِ اول: یقین کامل کے حصول کے طریقے۔ فصلِ دوم: جنت کی راہیں۔ فصلِ سوم: تجدید ایمان۔ فصلِ چہارم: چالیس بہترین خصلتیں۔ فصلِ پنجم: ایمان کے لیے دعائیں۔

ایمان کے متعلق یہ تمام باتیں قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور دیگر مستند کتب سے باحوالہ اور مدلل بیان کی گئی ہیں، اسلوبِ تحریر اتنا آسان، سادہ، عام فہم اور دل نشین ہے کہ دل چاہتا ہے کہ آدمی بس پڑھتا ہی رہے۔ اُمید ہے باذوق حضرات ضرور اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔